بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ مجنون (بیہقی، حاکم)

تم میں کوئی ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ نہ کہا جائے یہ تو بالکل دیوانہ ہے۔

مقربِ بارگاہِ رسالت ﷺ

حضرت بابا غلام رسول نقشبندی مجددی مدنی علیہ الرحمۃ

زیرِ نگرانی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتبہ

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی النعیمی

فیض رضا پبلی کیشنز گلبرگ کراچی (سندھ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ (بیہقی و حاکم)

(تم میں کوئی ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک نہ کہا جائے یہ تو پاگل [illegible])

مقرّبِ بارگاہِ رسالت

حضرت بابا غلام رسول نقشبندی مجددی مدنی

(بلّیاں والے)

زیرِ نگرانی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتبہ

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی

فیض رضا پبلی کیشنز، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ قَلَّتْ حِیْلَتِیْ

اَنْتَ وَسِیْلَتِیْ اَدْرِکْنِیْ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

(حقوق طباعت محفوظ ہیں)

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی زیرِ نگرانی ترتیب دی گئی ہے

عنوان کتاب ——— **مقربِ بارگاہِ رسالت**

باباجی غلام رسول نقشبندی مجددی مدنی رحمتہ اللہ علیہ (بلیاں والے)

مرتب ——— **محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی**

پروف ریڈنگ ——— محمد عبدالستار طاہر مسعودی

نگران طباعت ——— ملک محمد سعید مجاہد آبادی (نگران ادارہ مظہر اسلام، لاہور)

سنِ اشاعت ——— ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ / جون ۲۰۰۵ء

صفحات ——— ۱۲۸

قیمت ——— -/100 روپے

ناشر ——— فیضِ رضا پبلی کیشنز، کراچی

پرنٹرز: علمی پبلشرز

دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور 0300-4541210

ملنے کے پتے

➊ **فیض رضا پبلی کیشنز**، آر۔۳۱، بلاک نمبر ۱۷، گلستانِ مصطفٰے، گلبرگ،
کراچی ۷۵۹۵۰۔ فون: ۰۳۰۰۔۲۰۵۲۸۶۹

➋ **ضیاءالاسلام پبلی کیشنز**، ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ،
آف ایم۔اے جناح روڈ، کراچی

➌ **مکتبہ نبویّہ**، گنج بخش روڈ، لاہور

➍ **الحاج محمد عقیل مدنی** (بھٹی) ۲۔اے/۷۰۔ای۔نیو اقبال پارک،
ریفل رینج روڈ۔لاہور کینٹ پوسٹ کوڈ ۵۴۸۱۰
فون: ۰۳۳۳۔۴۲۱۹۱۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"چلمن"

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	حرف اول ——— محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی	۷
۲	ابتدائیہ ——— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۹
۳	تصوف کیا ہے؟ ——— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۶
	باب نمبر ① تذکرہ حضرت باباجی غلام رسول نقشبندی	۳۲
۴	ولادت، تعلیم، ملازمت	۳۳
۵	شخصیت ومزاج	۳۴
۶	اندازِ گفتگو	۳۵
۷	سلسلۂ طریقت	۳۶
۸	باباجی کا مسلک	۳۷
۹	بزرگوں سے محبت	۳۷
	باب نمبر ② ——— کوئے جاناں کو دل لے چلا	۴۵
۱۰	پہلے حج کی سعادت	۴۶
۱۱	دوسرا حج	۴۷
۱۲	پھر محبوب کے قدموں میں	۴۷
۱۳	مدینہ منورہ سے بیت المقدس	۴۹
۱۴	بیت المقدس سے بغداد شریف	۵۰
۱۵	بغداد شریف سے پھر مدینہ منورہ	۵۰
۱۶	کرم فرمائی حضوری	۵۱

	باب نمبر ③ — بڑے کرم کی بارشیں	۵۲
۱۷	محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۵۳
۱۸	ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۵۶
۱۹	قُربِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۵۷
۲۰	دربارِ رسالت میں پذیرائی	۵۸
۲۱	روضۂ انور میں جاروب کشی	۵۹
۲۲	لنگر کی خدمت	۶۰
۲۳	بلیوں کی خدمت	۶۱
۲۴	کبوتروں کی خدمت	۶۲
	باب نمبر ④ — باباجی کی شخصیت	۶۶
۲۵	عبادات	۶۷
۲۶	روشن ضمیری	۶۸
۲۷	مستجاب الدعوات	۶۹
۲۸	جنّات کی حاضری	۶۹
۲۹	عادات جمیلہ	۷۰
۳۰	سراپا سادگی	۷۴
۳۱	عاجزی وانکساری	۷۶
۳۲	امانت داری و دیانتداری	۷۷
۳۳	عفوو درگزر	۷۸
۳۴	خلوص	۷۸
۳۵	بے نیازی وخودداری	۷۸
۳۶	حسنِ سلوک اور مہمان نوازی	۷۹

۳۷	غیر مسلموں سے حسنِ سلوک	۸۱
۳۸	احسان مندی	۸۲
۳۹	جذبۂ خدمتِ خلق	۸۲
۴۰	وسعتِ قلبی	۸۳
۴۱	سخاوت	۸۴
۴۲	ایثار	۸۶
	باب نمبر ⑤ ـــــ انداز جہانبانی	۸۷
۴۳	دنیا کے بڑے لوگ	۸۸
۴۴	سربراہانِ مملکت	۸۹
۴۵	سیاسیات	۹۰
	باب نمبر ⑥ ـــــ پہنچی وہیں پہ خاک......	۹۳
۴۶	ٹانگ کا حادثہ	۸۸
۴۷	جنت البقیع میں تدفین کی آرزو	۹۴
۴۸	وصال مبارک اور تدفین	۹۴
۴۹	اولاد	۹۵
	باب نمبر ⑦ ـــــ حاصل زندگی	۹۶
۵۰	اشارات	۹۹
۵۱	اقوال	۱۰۵
۵۲	ملفوظات	۱۱۷
۵۳	پند و نصائح	۱۲۴
۵۴	کرامات	۱۲۸
۵۵	مصادر و مراجع	۱۳۷

انتساب جمیل

شیخ الاسلام مفتیٔ اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلوی نقشبندی مجددی

شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی

- ـــــ جو فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول تھے،
- ـــــ جو خشیت الٰہی کے پیکر تھے،
- ـــــ جو عاشقوں کے دلدار اور گستاخوں سے بیزار رہے،
- ـــــ جن کی حیاتِ مبارکہ اسوۂ حسنہ کی حسین تصویر تھی،
- ـــــ جو سراپا محبت اور سراپا اخلاص تھے،
- ـــــ جن کے دل میں آفاق کی سمائی تھی،
- ـــــ جن کے دل میں دوست و دشمن سب کی جگہ تھی،
- ـــــ جو ہر قسم کے خانقاہی تعصب سے پاک تھے،
- ـــــ جن پر عاجزی اور انکساری ناز کرتی تھی،
- ـــــ جن سے خود پسندی اور خودنمائی کوسوں دور تھی،
- ـــــ جن کا دل عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا،

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم

حرفِ اوّل

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی

باباجی غلام رسول نقشبندی مجددی مدنی علیہ الرحمہ (م۔ ۶ ۱۴۰ھ/ ۱۹۸۶ء) پچاس سال سے زائد عرصہ مدینہ منورہ میں رہے اور لاکھوں پیاسوں کو سیراب کیا۔ جن عقیدتمندوں نے باباجی کی زیارت کی ان کی یادداشتوں پر مشتمل ایک مجموعہ جناب محمد طفیل مدنی صاحب نے مرتب کیا جو تقریباً ۲۵ حضرات کی یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ یہ ایک روح پرور یادگار ہے، جس کا عنوان ہے:۔

''جانشینِ ابوہریرہ باباجی غلام رسول بلیاں والے''

یہ مجموعہ ۲۰۰۲ء میں جناب وسیم الدین شیخ صاحب نے شائع کیا اور جناب محمد طفیل مدنی (بھٹی) صاحب نے پیش کیا۔ راقم بھی باباجی علیہ الرحمہ کا فیض یافتہ ہے اور کچھ عرصہ ان کی صحبت میں رہنے کا شرف پایا ہے۔ ۱۹۸۱ء میں مدینہ منورہ قیام کے دوران باباجی علیہ الرحمہ کی خدمت کا موقع ملا۔ اس لئے خیال آیا کہ ان یادداشتوں سے موضوع کے لحاظ سے مواد جمع کرکے باباجی کی ایک سوانح مرتب کی جائے۔

یہ گلدستہ مسعودِ ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ کی نگرانی میں مختلف یادداشتوں سے ضروری مواد جمع کرکے سجایا گیا ہے ـــــ یہ اپنی نوعیت کی غالباً واحد سوانح ہے جو تقریباً ۲۵ عقیدتمندوں کے تاثرات کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ راقم کی اس کوشش کو مقبول و منظور فرمائے، اور قارئینِ کرام کے لئے اس کتاب کو وسیلۂ ہدایت بنائے۔ آمین!

کتاب کی تدوین سے پیشتر قبلہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں احقر نے حضور باباجی غلام رسول علیہ الرحمہ کی کتاب ''جانشینِ ابوہریرہ'' ہدیہ پیش کی تو آپ نے کتاب دیکھ کر بہت مسرت کا اظہار فرمایا۔ احقر نے حضرت مسعودِ ملت سے گزارش کی کہ اس کتاب کے محرک و ناشر جناب محمد طفیل مدنی بھٹی صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب اس کتاب کی اشاعت ثانی کیلئے اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار فرمائیں۔ قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ سردست مصروفیت بہت زیادہ ہے مگر میں وقت نکال کر کتاب کو دیکھوں گا پھر کچھ عرض کر سکوں گا۔ چند روز بعد قبلہ حضرت صاحب نے احقر کو یاد فرمایا اور کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''مقصود صاحب! باباجی کے بارے میں کتاب کا فقیر نے بغور مطالعہ کیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ اس شخصیت پر تو ایک سوانح مرتب ہونی چاہیے۔'' چنانچہ آپ نے وہ کتاب دکھاتے ہوئے ایک خاکہ ارشاد فرمایا۔ اس کتاب پر حضرت نے خاکے کے مطابق نشان لگا رکھے تھے چنانچہ آپ کی ہدایت کے مطابق راقم نے زیرِ نظر کتاب مرتب کرنے کا شرف حاصل کیا۔

جن احباب نے اس کتاب کے منظرِ عام پر لانے کے لیے دامے درمے قدمے سخنے تعاون فرمایا ہے، راقم تہہ دل سے ان سب کا شکر گزار ہے، بالخصوص زائرِ دیارِ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، باباجی علیہ الرحمہ کے چہیتے دلارے پیارے، اخی العزیز گرامی قدر الحاج محمد طفیل مدنی بھٹی صاحب مدظلہ العالی کا، جو ہمارے ممدوح کی محبتوں عنایتوں اور چاہتوں کی خوشبو کونین میں پھیلا رہے ہیں۔ برادرم صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی صاحب کا جنہوں نے کتاب کی ایڈیٹنگ و پروف ریڈنگ سے کتاب کو نکھار بخشا اور برادرم ملک محمد سعید مسعودی صاحب (نگران ادارۂ مظہرِ اسلام، لاہور) کا جن کی محبت اور لگن کے باعث کمپوزنگ سے طباعت تک کے تمام مراحل بہ احسن تمام و بکمال ہوئے۔ مولیٰ تعالیٰ ان سب کو، ان کی ان محبتوں اور پُرخلوص عنایتوں کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

احقر العباد

محمد مقصود حسین

قادری نوشاہی اویسی

۱۰ رشوال المکرّم ۱۴۲۴ھ

۴ ردسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعۃ المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

''ابتدائیہ''

پروفیسرڈاکٹرمحمد مسعود احمد

بادشاہوں کو تخت شاہی مبارک ہو، وزیروں کو سجے سجائے دفتر مبارک ہوں، عالموں اور واعظوں کو وعظ و نصیحت کے منبر مبارک ہوں، امیروں کو عالیشان عمارتیں مبارک ہوں، زمینداروں کو وسیع وعریض زمینیں مبارک ہوں، تاجروں کو سامانوں کے ڈھیر مبارک ہوں ——— ہاں یہ کون ہے؟ ——— یہاں بادشاہ بھی آرہے ہیں، وزیر بھی آرہے ہیں، علماء و فقراء بھی آرہے ہیں، امیر و کبیر بھی آرہے ہیں، زمیندار و تاجر بھی آرہے ہیں، ملازم و افسر بھی آرہے ہیں۔ سبھی آرہے ہیں ——— ہاں یہ سب کیوں آرہے ہیں؟ ——— کیا چیز کھو بیٹھے تھے جو یہاں پارہے ہیں۔ ایمان و یقین اور محبت و خلوص ——— اپنے لئے سبھی جیتے ہیں: چرند و پرند، انسان و حیوان ——— یہ جینا، جینا نہیں۔ جیتے وہ ہیں جو دوسروں کیلئے جیتے ہیں۔ جو اُس کے ہو جاتے ہیں اور اپنی ہستی کو کھو دیتے ہیں۔ ان کے پاس دنیا کا ساز و سامان نہیں پھر بھی دیتے ہیں۔ ہاتھ نہیں روکتے، دیئے چلے جاتے ہیں۔ آج سب اسی دینے والے کے حضور آرہے ہیں، اور خوب نوازے جارہے ہیں ——— پیاسے آرہے ہیں اور سیراب ہو کر جارہے ہیں ——— بھوکے آرہے ہیں اور پیٹ بھر کر جارہے ہیں۔

تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
تیرے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی

●

بابا جی غلام رسول صاحب علیہ الرحمۃ خیاط کے بیٹے تھے، ڈاکخانے میں ملازم تھے، کسی

کو کیا معلوم کہ زمین پر چلنے والا آسمان پر پرواز کرنے والا ہے، اور دنیا کو حیران کرنے والا!
ہمارے معیار، ہمارے معیار ہیں ——— اُس کریم کے معیار نہ پوچھو، جس کی ہمارے یہاں پوچھ نہیں، اس کے دربار میں اسی کی پوچھ ہے۔ جہاں سرفراز کیا جاتا ہے، بلند کیا جاتا ہے۔ جغرافیائی حدود سے نکل کر وہ سارے جہاں میں پھیلنے لگتا ہے ——— دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے ہیں، علم و دانش کے پٹارے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

انہوں نے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کیا تھا مگر ان کے سینے سے دانائی و حکمت کے چشمے پھوٹتے تھے ——— وہ اسرار و معارف کے دریا بہاتے تھے اور دنیا جہاں کے پیاسے سیراب ہوتے تھے۔ اُس کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا کہ اخلاص ہو تو سینے کھول دیئے جاتے ہیں۔

وہ مدینہ منورہ اور مکۂ معظمہ کی حاضری کی آرزو رکھتے تھے، آرزو پوری کرنے والے نے اُن کی سبھی آرزوئیں پوری فرمائیں:

- ——— ایک بار حاضر ہوئے، دوسری بار حاضر ہوئے،
- ——— انبیاء علیہم السلام کی قبور شریف کی زیارت کیلئے بیت المقدس حاضر ہوئے،
- ——— حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربارِ گہربار کی زیارت کیلئے بغداد شریف حاضر ہوئے ——— خوب خدمت کی، خوب سرفراز ہوئے۔

پھر مدینہ منورہ آگئے، مدنی آقا نے بلالیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

اُن کا دل محبت و عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آباد، اُن کا جسم قربِ مصطفیٰ سے سرفراز، اُن کا سراپا ادبِ مصطفیٰ کا آئینہ، اُن کا مرنا جینا متابعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گنجینہ ——— حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے پیار تھا، وہ آپ کے دُلارے تھے، جو سوال کرتے جواب ملتا۔ پوچھنے والے پوچھتے چلے جاتے اور جواب پا کر خوش ہوتے جاتے ——— یقین نہیں آتا مگر اہلِ یقین کے ہاں شک کا کیا مقام؟ ——— یہاں تو یقین ہی یقین

ہے ——— ہماری باتوں میں شک ہوسکتا ہے، اُن کی باتوں میں شک نہیں کہ انہوں نے جو کچھ پایا مرکزِ یقین ہی سے پایا۔

●

وہ بے نیاز تھے بے نیاز، سارے جہاں سے بے نیاز، فقط جہاں والے کے نیاز مند، وہی دیتا ہے، وہی دلواتا ہے ——— بڑے بڑے دینے والے آئے سب سے رُخ پھیرا، اُسی کے ہوکر رہے جس کی طرف سب پیاروں نے رُخ کیا ——— بادشاہوں سے منہ پھیرا، وزیروں سے منہ پھیرا، امیروں سے منہ پھیرا ——— ان کی طرف تو سب منہ کرتے ہیں! یہ کون جواں ہمت ہے جو ان سے منہ پھیر رہا ہے۔

●

وہ مدینہ منورہ کے کبوتروں سے محبت کرتے تھے، وہ مدینہ منورہ کی بلّیوں سے محبت کرتے تھے، وہ مدینہ منورہ کے کتوں سے پیار کرتے تھے، ان کو کھلا کھلا کر خوش ہوتے تھے ——— حادثے کا شکار ہو گئے، ٹانگوں سے معذور ہو گئے، مجبور ہو گئے مگر لگن لگی رہی، معمولات جاری رہے، جس خدمت کیلئے مامور ہوئے تھے، وہ خدمت کرتے رہے ——— خوشی خوشی، دل و جان سے ——— یہ تھی شانِ استقامت!

ہاں، وہ کبوتروں سے پیار کرتے، دانہ ڈالتے۔ وہ مدینہ منورہ کی بلّیوں سے پیار کرتے ——— یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والوں کی نشانی ہے کہ وہ انسانوں سے ہی نہیں جانوروں سے بھی پیار کرتے ہیں ——— حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں پر مہربان، انسانوں پر مہربان، جانوروں پر مہربان، ربّ کریم مہربان اور بہت ہی مہربان، پھر اُس کے بندے کیوں نہ مہربان ہوں ——— خالق سے پیار ہے تو پھر مخلوق سے کیوں نہ پیار ہو ——— اللہ کے دوست اور اُس کی مخلوق سے نفرت، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ——— یہاں تو محبت ہی محبت ہے، جس نے سچی محبت کا مزا نہ چکھا ہو وہ اُن کے حضور آئے، اور جو نہ پایا تھا، وہ

پائے ـــــ یہاں کا عالم ہی کچھ اور ہے۔

ہاں! وہ بلّیوں سے محبت کرتے تھے، بلّی سے تو صحابیٔ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی محبت کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آستین سے چھوٹی بلّی جھانکتی دیکھی تو اُن کو ''ابو ہریرہ'' کی کنیت عطا فرمائی کہ عربی زبان میں ''ہرّہ'' بلّی کو کہتے ہیں ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں:

''میری ایک چھوٹی بلّی تھی، رات کو درخت پر رکھ دیا کرتا تھا صبح جب بکریاں چرانے جاتا تو بلّی کو ساتھ لے جاتا اور اس سے کھیلتا تھا۔'' ۲

- ـــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلّی کو گھر کی متاع قرار دیا جو کسی شے کو نہ خراب کرتی ہے نہ گندا کرتی ہے، وہ تو گھروں میں چکر لگاتی پھرتی ہے (نسائی، کتاب الطہار، طبرانی، حدیث نمبر ۶۳۴)
- ـــــ بلّی انسان سے ملتی جلتی ہے، چھینک مارتی ہے، جماہی لیتی ہے، انگڑائی لیتی ہے، اپنے لعاب سے آنکھیں اور چہرہ صاف کرتی ہے۔ (امام جاحظ، کتاب الحیوان)
- ـــــ بلّی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھی پیاری ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھی پیاری ہے ـــــ
- ـــــ تو صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلّی سے محبت فرماتے تھے، بلّی سے محبت صحابیٔ رسول کی سنت ہے۔

انہوں نے اسی سنت پر عمل کیا۔ وہ مدینہ منورہ کی بلّیوں سے پیار کرتے تھے۔ گوشت، چھیچھڑے، پنیر ڈالتے تھے اور دودھ پلاتے تھے ـــــ

ہاں اے مدنی بلّیو! تم پر سلام ہو! تم مدنی ہواؤں میں سانس لیتی ہو، اس دیارِ مقدس کے گلی کوچوں میں چلتی پھرتی ہو، تم مدنی بھیڑ بکریوں کا دودھ پیتی ہو اور گوشت کھاتی ہو ـــــ

۱۔ ابن الاثیر: الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد ۷، صفحہ ۳۷۹ مطبوعہ بیروت۔

۲۔ الاصابہ، ج ۷، ص ۳۴۹

تم خوشی خوشی گھروں میں کودتی اور چھلانگیں مارتی پھرتی ہو، تم موذی کیڑے مکوڑوں کو لپک جھپک کر کھا جاتی ہو، تم زمینِ حرم کی پاسبان ہو۔ ہاں تم پر سلام ہزار بار سلام۔!

●

وہ فرائض و سُنن پابندی سے ادا کرتے ——— چودہ سال کی عمر سے جو تہجد شروع کی تو آخر دم تک جاری رہی ——— وہ پے در پے روزے رکھتے، وہ مسلسل نوافل پڑھتے۔ وہ ہر وقت باوضو رہتے یہ دیارِ محبوب تھا کوئی معمولی بات نہ تھی!

وہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت تھے، اپنے شیخ طریقت سے بہت کچھ پایا ——— وہ خانقاہی تعصب سے پاک تھے ——— سب سلسلوں سے پیار کرتے تھے اور پیار سکھاتے تھے ——— اُن کی زندگی پیار و محبت سے عبارت تھی ——— وہ عیبوں کو ٹٹولتے نہ تھے، عیب پوش تھے ——— فقراء اپنے عیبوں کو دیکھتے ہیں اور دوسروں کے عیب سے آنکھ بند کر لیتے ہیں ——— وہ اپنے لئے نہیں دوسروں کیلئے جیتے تھے ——— دوسروں کیلئے جینا آسان نہیں ——— جذبۂ ایثار اُن کو اپنے بارے میں سوچنے بھی نہیں دیتا تھا، وہ دوسروں کیلئے سوچتے تھے، وہ دوسروں کیلئے جیتے تھے ——— اُن کے دل میں جہاں کی سمائی تھی۔ اللہ اکبر! اتنی بڑی کائنات اپنی وسعتوں کے باوجود ان کے گوشۂ دل میں نظر نہیں آتی ——— وہ خیرات بانٹتے، گلی گلی، کوچے کوچے پھرتے تھے۔ ان کو آسائشوں میں نہیں، کلفتوں میں لُطف آتا تھا ——— جب جانِ جاناں کی آرزو ہو تو راہ کی کلفتوں سے کیا ڈرنا ——— جب پھولوں کی آرزو ہو تو کانٹوں سے کیا بچنا ——— زندگی خارزاروں سے گزر کر گلزاروں میں داخل ہوئی ہے ——— سیدھا راستہ یہی ہے ———

●

ان کی زندگی کا جوہر سادگی تھی، رہن سہن میں سادگی، کھانے پینے میں سادگی، ملنے جلنے میں سادگی، بولنے چالنے میں سادگی ——— نہ مشیخانہ طمطراق، نہ بعض پیروں کی سی سج دھج

اور غرور و نخوت۔ سادگی سی سادگی تھی—— کسی پہلو سے مُرشد نہ لگتے تھے، پھر بھی مرشدوں کے مُرشد، یہ شان و شوکت، قربِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوئی۔ دنیا نظروں میں گر گئی کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں—— حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا کو گھر سے نکال دیا بلکہ دل سے نکال دیا—— جس دنیا کو اس کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر سے اور دل سے نکال دیا تو پھر اس کے چاہنے والے اُس دنیا کو گھر میں اور دل میں کیوں رکھیں؟—— اولو العزم ہستیاں ایسا ہی کرتی ہیں۔

لوگ اُن کی حالتِ زار دیکھ دیکھ کر ترس کھاتے تھے، وہ لوگوں پر ترس کھاتے تھے کہ وہ دنیا میں کھو گئے اور اپنی ہستی کو دنیا کی نذر کر دیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون!—— گننے والے گن گن کر خبریں سناتے ہیں، دنیا والوں کے دل خوش کرتے ہیں، اُن کو نہیں معلوم کہ ان خبروں سے دل مردہ ہو رہے ہیں—— کاش سمجھنے والے سمجھتے! کاش عقل والے عقل رکھتے! —— چھوٹی سی دنیا، اتنا بڑا انسان جس کو احسن تقویم میں بنایا گیا، زمین و آسمان مسخر کئے گئے۔ دنیا کے کیچڑ میں لت پت ہو کر کہیں کا بھی نہ رہا، حیف!—— ان حضراتِ عالیہ کو دیکھ دیکھ کر زندگی کی بلندیاں اور دنیا کی پستیاں معلوم ہوتی ہیں—— وہ زمین سے آسمان کا سفر کرتے ہیں، وہ عالمِ بالا کے مسافر ہیں—— ان کے استقبال کیلئے فرشتے اور حور و غلماں کھڑے ہیں۔

●

وہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو میں جیتے تھے، جب موت آئی، مدینہ منورہ میں آئی۔ سبحان اللّٰہ، سبحان اللّٰہ——! فرشتے آنے لگے، کھڑکی دروازے کھلنے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے عالمِ بالا کے سفر پر روانہ ہو گئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، اور آج زندگی کی آخری آرزو بھی پوری ہوئی۔ ہاں!

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا، میری جاں، جا، خدا حافظ

ہاں اب وہ چین سے سو رہے ہیں:

موت جب دامنِ رحمت کی ہوا لائی ہو
مرنے والے کو نہ کیوں چین کی نیند آئی ہو

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ
۲/۱۷۔اے۔سی۔پی۔ای۔سی۔ایچ سوسائٹی
کراچی۔۷۵۴۰۰، سندھ
اسلامی جمہوریہ پاکستان

ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ
۲۹ر دسمبر ۲۰۰۳ء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہٖ الکریم

تصوف کیا ہے؟

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تصوف کی اصل قرآن وحدیث ہے، تصوف کی بنیاد شریعت ہے ـــــــ قرآن حکیم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

''ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔''[۱]

اس میں تصوف کا بھی بیان ہے ـــــــ تصوف میں سارا زور شریعت پر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال واحوال ہی شریعت ہیں، جس کے لیے قرآن حکیم میں فرمایا:

''اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو، اور اللہ سے ڈرو۔''[۲]

اللہ سے ڈرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا ماننا ہی تصوف ہے ـــــــ اور کہنا ماننا بغیر محبت کے ممکن نہیں، جس سے محبت ہوتی ہے، دل سے اسی کا کہا مانا جاتا ہے ـــــــ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں۔''[۳]

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرما رہے ہیں:۔

''الٰہی تو اپنی محبت کو میری جان، میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب کر۔''[۴]

۱۔ قرآن حکیم، سورۂ نحل، آیت نمبر ۸۹
۲۔ قرآن حکیم، سورۂ حشر، آیت نمبر ۷
۳۔ قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۶۵
۴۔ ترمذی شریف، کتاب الدعوات ص ۵۰۳

اللہ تعالیٰ کے حبیب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنی اور اپنے حبیب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:

"تم فرماؤ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری عورتیں، اور تمہارا کنبہ، اور تمہارے کمائی کے مال، اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہارے پسند کے مکان ـــــ یہ چیزیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے، اور اللہ سرکشوں کو راہ نہیں دیتا۔"[۱]

تصوف خوابیدہ محبت کو جگا کر دیوانہ بناتا ہے ـــــ اسلام کو اسی دیوانگی کی ضرورت ہے جس سے سارا عالم لرزاں و ترساں ہے ـــــ اب ہم اپنے دلوں کو خود جھانک کر دیکھیں اور اللہ کو گواہ کر کے بتائیں کہ کیا ہم کو اللہ و رسول سے ایسی محبت ہے جس کا قرآن حکیم مطالبہ فرما رہا ہے؟ ـــــ بیشک یہ محبت جب دل میں گھر کر جاتی ہے تو دل کی دنیا ہی بدل جاتی ہے ـــــ اللہ کے نیک بندوں کے جب ملفوظات سنیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ نئے جہاں کی خبر دے رہے ہیں ـــــ اس کے لیے تو قرآن حکیم میں ارشاد ہو رہا ہے:۔

"اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام، اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔"[۲]

ہمارے دامن پاکیزہ کلام سے بھی خالی ہیں اور نیک کاموں سے بھی ـــــ ہم تہی دامن ہیں اور اُن پر بڑھ بڑھ اعتراض کرتے ہیں جن کے دامن بھرے ہوئے ہیں ـــــ افسوس ہم کیا کرتے ہیں؟

قرآن حکیم اور احادیث شریفہ میں صرف محبت ہی کا ذکر نہیں، محبت والوں کا بھی ذکر ہے، یہی اللہ کے دوست ہیں، یہی اللہ کے ولی ہیں، انہیں کو ہم صوفی بھی کہتے تھے (اب تو یہ لفظ

۱۔ قرآن حکیم، سورۃ توبہ، آیت نمبر ۲۴

۲۔ قرآن حکیم، سورۃ فاطر، آیت نمبر ۱۰

ذرا عامیانہ اور سوقیانہ ہو گیا ہے)۔۔۔۔۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

''پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان بندوں میں:

- ۔۔۔۔۔ کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے
- ۔۔۔۔۔ اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے
- ۔۔۔۔۔ اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا
- ۔۔۔۔۔ یہی بڑا فضل ہے۔''[۱]

اس آیہ کریمہ میں بندوں کے تین طبقوں کی طرف اشارہ فرمایا:

1. ۔۔۔۔۔ اپنی جان پر ظلم کرنے والے
2. ۔۔۔۔۔ میانہ چال چلنے والے
3. ۔۔۔۔۔ بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے۔

یہ صوفیہ کرام ہیں۔۔۔۔۔ انہیں سبقت لے جانے والوں کے لیے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

''یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں، اور یہی نیک کاموں میں سب سے آگے نکل جانے والے ہیں۔''[۲]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''اور جو سبقت لے گئے، وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقرب بارگاہ ہیں، چین کے باغوں میں، اگلوں میں سے ایک گروہ، پچھلوں میں سے تھوڑے۔''[۳]

وہ کون ہیں جو اگلوں میں بہت ہیں؟۔۔۔۔۔ وہ کون ہیں جو پچھلوں میں تھوڑے ہیں

۱۔ قرآن حکیم، سورۂ فاطر، آیت نمبر ۳۲

۲۔ قرآن حکیم، سورۂ مؤمنون، آیت نمبر ۶۱ ۔۔۔ ۳۔ قرآن حکیم، سورۂ واقعہ، آیت نمبر ۱۰۔۱۴

——— وہ یہی صوفیہ ہیں، وہ یہی اولیاء ہیں ——— ہم نے سب کوایک ہی سمجھ لیا ہے۔ یہ ہماری نادانی ہے ——— اللہ تعالیٰ سب کوایک سمجھنے والوں کے سامنے حقیقت کھول کر بیان فرمارہا ہے:

''برابر نہیں اندھا، انکھیارا ——— اور نہ اندھیریاں اور اجالا ——— اور نہ سایہ اور نہ تیز دھوپ اور برابر نہیں زندے اور مُردے۔''[1]

یہاں جسم کے زندوں اور مُردوں کا ذکر نہیں فرمایا، دل کے زندوں اور مُردوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہی انکھیارے ہیں، وہی اجالوں میں ہیں، وہی انوارالہیہ کی تیز دھوپ میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کا یوں تعارف فرمایا:

''اپنی منتیں پوری کرتے ہیں، اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔''[2]

منتیں پوری کرتے ہیں ——— یعنی فرائض وواجبات وسنن ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعہ نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں ——— ابن تیمیہ نے بخاری شریف کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مخصوص پیاروں کا ذکر فرمایا ہے ——— ذرا حدیث قدسی کے یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمائیں، پھر ان الفاظ کی روشنی میں صوفیہ اور اولیاءاللہ کی رفعتوں اور بلندیوں کا اندازہ لگائیں:۔

''سب سے زیادہ جس چیز دے میرا بندہ مجھ سے قربت حاصل کرسکتا ہے، میرے فرائض کی ادائیگی ہے ——— میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے برابر نزدیک ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں محبت کرنے لگتا ہوں تو:———

- ——— اس کے کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،
- ——— اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،
- ——— اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے،

۱۔ قرآن حکیم، سورۂ فاطر، آیت نمبر ۲۲ ۲۔ قرآن حکیم، سورۂ دھر، آیت نمبر ۷

● ــــــ اس کے پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے،

پس وہ:ــــــ

● ــــــ مجھ ہی سے سنتا ہے،

● ــــــ مجھ ہی سے دیکھتا ہے،

● ــــــ مجھ ہی سے پکڑتا ہے،

● ــــــ مجھ ہی سے چلتا ہے۔[1]

وہ نوافل سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں ہمیں فرض پڑھنے دوبھر ہو جاتے ہیں، فرض پڑھ لیے تو سنتیں ادا کرنی مشکل ہو جاتی ہیں، کیسے نوافل؟ ــــــ کیسے مستحبات؟ ــــــ ہم باتیں بہت بناتے ہیں، کام نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نوافل کے ذریعہ اپنا قرب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بار بار اپنے پیاروں کا ذکر فرمایا، کچھ اور آیات سماعت فرمائیں:۔

❶ ــــــ

''بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں تختوں پر (بیٹھے) دیکھتے ہیں، تو ان کے چہروں کو چین کی تازگی (سے) پہچانے۔''[2]

❷ ــــــ دوسری جگہ فرمایا:

''تو وہ لوگ (جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے) ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ــــــ یعنی انبیاء، اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ــــــ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھ ہیں؟ ــــــ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے۔''[3]

❸ ــــــ ایک جگہ فرمایا:

۱۔ ابن تیمیہ: اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت (ترجمہ اردو عبدالرزاق ملیح آبادی) الدار السلفیہ، مطبوعہ بمبئی، ص ۴۷

۲۔ قرآن حکیم، سورۂ مطففین، آیت نمبر ۲۲، ۲۳

۳۔ قرآن حکیم، سورۂ نساء، آیت نمبر ۶۹

''خبردار! ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم ''۔[۱]

4 ــــــ دوسری جگہ فرمایا:

''اللہ انہیں دوست رکھتا ہے، وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں ''۔[۲]

5 ــــــ ایک جگہ فرمایا:

''وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سچا کردیا اس عہد کو جو اللہ سے کیا تھا''۔[۳]

6 ــــــ دوسری جگہ فرمایا:

''رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نیک کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں''۔[۴]

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں اور پیاروں کی جو خوبیاں بیان فرمائی ہیں وہ میں نے چشم سر سے اپنے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (م ۱۹۶۶ء شاہی امام مسجد فتحپوری، دہلی) میں دیکھی ہیں، وہ جلیل القدر عالم اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عارف کامل اور صوفی باصفا تھے ــــــ ان کو دیکھ کر تصوف پر میرا یقین اور مستحکم ہو گیا اور ہر قسم کا شک وشبہ جاتا رہا ــــــ بے شک جس نے زندہ مثالیں نہیں دیکھیں وہ معذور ہے ــــــ

احادیث مبارکہ میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اولیاء وصوفیہ اور اللہ کے ان محبوب بندوں اور پیاروں کا ذکر فرمایا ہے ــــــ سنیے:۔

1 ــــــ ''بہت پراگندہ سر اگر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم ضرور سچ کردے''۔[۵]

2 ــــــ عرض کیا گیا: ''یارسول اللہ لوگوں میں افضل شخص کون''؟ ــــــ فرمایا:

۱۔ قرآن حکیم، سورۂ بینہ، آیت نمبر ۸ ۲۔ قرآن حکیم، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۵۷

۳۔ قرآن حکیم، سورۂ احزاب، آیت نمبر ۲۳ ۴۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۱۱۳۔۱۱۴

۵۔ مسلم شریف، کتاب الضعفاء والخاملین، ج ۲ ص ۳۲۹

''جو کسی گھاٹی میں سب سے الگ ہو کر جا بیٹھے اور اللہ کی عبادت کرے۔''[۱]

❸ —— ''دنیا میں پردیسی یا مسافر گیر کی طرح رہو۔''[۲]

❹ —— ''جو لوگ میرے لیے باہم محبت کرتے ہیں ان کے لیے قیامت میں نور کے منبر ہوں گے۔''[۳]

❺ —— ''ان کے لیے میری محبت واجب ہوگی جو میرے لیے باہم محبت کریں۔''[۴]

(۱)

شریعت وطریقت ہی تصوف ہے اور تصوف ہی شریعت وطریقت ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں —— شیخ جنید بغدادی (م۔ ۲۹۷ھ/۱۰۔۹۰۹ء) نے فرمایا:

''ہمارے طریقے کی بنیاد کتاب وسنت ہے اور ہر وہ طریق جو سنت کے خلاف ہو مردود و باطل ہے۔''[۵]

جب ہم صوفیہ کے اقوال واعمال پر نظر ڈالتے ہیں تو کتاب وسنت کے مطابق پاتے ہیں، الا ماشاءاللہ! —— مثلاً ''صوفیہ کے اقوال واعمال میں ان باتوں کا ذکر ملتا ہے، یہ ساری باتیں قرآن حکیم میں موجود ہیں: ——

۱۔ (ا) مسند احمد، ج ۱، ص ۲۳۷ (ب) نسائی، ج ۱، ص ۲۵۶ (ج) بخاری شریف، ج ۲، ص ۹۶۱

۲۔ بخاری شریف، ج ۲، ص ۹۴۹ ۳۔ تفسیر شیخ الاکبر، ج ۱، ص ۲۸۸

۴۔ (ا) تفسیر شیخ الاکبر، ج ۱، ص ۷ (ب) فتوحات مکیہ، ج ۲، ص ۳۴۴ (ج) اشعة اللمعات، ج ۴، ص ۱۳۴

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف، ترجمہ مخطوطہ از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص ۶

نوٹ:۔ الامام المحدث الحافظ ابی زکریا یحیٰ بن شرف النووی (م۔ ۶۷۶ھ/۹۔۱۲۶۸ء) نے ''ریاض الصالحین'' کے نام سے احادیث کا ایک مستند مجموعہ مرتب کیا ہے (مطبوعہ لاہور ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء) اس میں مختلف ابواب کے تحت جن احادیث کو جمع کیا ہے وہ تقریباً وہی ہیں جن کا تعلق صوفیہ کی تعلیمات اور ملفوظات سے ہے۔ اس کے مطالعہ سے ان حضرات کی تشفی ہو سکتی ہے جو تصوف کو قرآن وحدیث کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس سے متنفر ہیں یا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ مطالعہ اور صحیح فکر ہی سے غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں —— مسعود

● ــــ ذکر [1] ● ــــ توکل [2] ● ــــ فقر [3]

● ــــ زہد [4] ● ــــ رضا [5] ● ــــ فنا [6]

● ــــ بقا [7] ● ــــ مراقبہ [8] ● ــــ اخلاص [9] وغیرہ وغیرہ

ہم قرآن نہیں پڑھتے، سنی سنائی پر یقین کر لیتے ہیں اور اس طرح یقین کر لیتے ہیں جیسے خود آنکھوں سے دیکھی یا پڑھی ہوں، دانا و بینا انسان کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں کہ خواہ مخواہ کسی کا مخالف ہو جائے ــــ اللہ تعالیٰ نے صوفیہ کی یہ شان بتائی :۔

''جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ لیٹے، اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔'' [10]

ذرا غور تو کریں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء، صوفیہ کی کیسی کیسی خوبیاں بیان فرمائیں اور ان کے درجوں کو بلند کر دیا ــــ سنیے :۔

❶ ــــ توبہ والے ❷ ــــ عبادت والے ❸ ــــ سراہنے والے

❹ ــــ روزے والے ❺ ــــ رکوع والے ❻ ــــ سجدہ والے

۱۔ قرآن حکیم، سورۂ احزاب، آیت نمبر ۴۱، الرسالۃ القشیریہ، مصر ۱۹۴۰ء، ص ۱۱۰

۲۔ قرآن حکیم، سورۂ طلاق، آیت نمبر ۱، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۲

۳۔ قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۳۷، الرسالۃ القشیریہ، ص ۱۳۴

۴۔ قرآن حکیم، سورۂ دھر، آیت نمبر ۷، ۸ ۵۔ قرآن حکیم، سورۂ بینہ، آیت نمبر ۳۰، سورۂ فجر، آیت نمبر ۲۷۔۲۸

۶۔ قرآن حکیم، سورۂ رحمٰن، آیت نمبر ۱۲ ۷۔ قرآن حکیم، سورۂ رحمٰن، آیت نمبر ۱۲

۸۔ قرآن حکیم، سورۂ احزاب، آیت نمبر ۶ ۹۔ قرآن حکیم، سورۂ زمر، آیت نمبر ۱، الرسالۃ القشیریہ، ص ۱۰۴

نوٹ :۔ نقشبندیہ سلسلے کے مشائخ نے سالک کے لیے آٹھ شرائط تجویز کی ہیں :۔

❶ ہوش در دم ❷ نظر بر قدم ❸ سفر در وطن ❹ خلوت در انجمن ❺ یاد کرد ❻ بازگشت ❼ نگاہ داشت ❽ یادداشت

اسی طرح ❶ وقوف زمانی ❷ وقوف عددی ❸ وقوف قلبی ــــ

یہ ساری مصطلحات تصوف سے بیگانہ انسان کے لیے بظاہر عجیب سی لگتی ہیں مگر میں نے جب قرآن کریم کا مطالعہ کیا تو یہ راز کھلا کہ کوئی نہ کوئی آیت کسی نہ کسی اصطلاح کی تصدیق کر رہی ہے گویا یہ اصطلاحات صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کی آسانی کے لیے وضع کی گئی ہیں اور ایسا کرنے کی کسی آیت یا حدیث میں ممانعت نہیں ــــ مسعود

۱۰۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۱۹۱۔

❼ —— بھلائی بتانے والے، اور ❽ —— برائی سے روکنے والے، اور

❾ —— اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے ——

اور خوشی سناؤ —— مسلمانوں کو۱ —— (کہ وہ اللہ کا عہد وفا کریں گے تو اللہ انہیں جنت میں داخل کرے گا۔)

اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ہم میں سے کتنے اس قرآنی معیار پر پورے اترتے ہیں —— ہم تو دنیا کے پیچھے ایسے لگے ہیں کہ اپنا بھی ہوش نہیں —— ہم تو طالبہا کلاب کے زمرے میں شامل نظر آتے ہیں —— ان کی شان یہ تھی کہ اپنے گھر ہی سے نہیں اپنے دل سے دنیا نکال کر باہر پھینک دی تھی —— کیونکہ اللہ کی نظر میں دنیا پر کاہ کے برابر بھی نہیں، خود فرما رہا ہے:۔

''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کافروں کی دولت اور عیش وعشرت دیکھ کر سب کافر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ منکرین کے مکانوں کی چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتا جن پر چڑھتے، چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے، اور طرح طرح کی آرائشیں عطا فرماتا —— مگر یہ جیتی دُنیا کے اسباب ہیں —— آخرت، رہنے والی دنیا تو پرہیز گاروں کے لیے ہے۔''۲

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں چند احادیث شریفہ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) ''اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی قدر رکھتی تو کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔''۳

(۲) ''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کرم فرماتا ہے تو اسے دنیا سے ایسا بچاتا ہے جیسا تم اپنے بیمار کو پانی سے بچاؤ۔''۴

(۳) حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے،

۱۔ قرآن حکیم، سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۲ — ۲۔ قرآن حکیم، سورۂ زخرف، آیت نمبر ۳۳۔۳۵

۳۔ ترمذی شریف، ص ۳۳۷ — ۴۔ مسند امام احمد، ج ۵، ص ۴۲۷

راستہ میں ایک مردہ بکری دیکھی ـــــ فرمایا: "دیکھتے ہو! اس کے مالکوں نے اسے بہت بے قدری سے پھینک دیا ـــــ دنیا کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی بھی قدر نہیں جتنی بکری والوں کے نزدیک اس مری بکری کی ہے۔"[۱]

حضورانور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو اپنے گھر سے اور اپنے دل سے باہر نکال پھینکا ـــــ یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے، اسی کو زہد کہتے ہیں، صوفیہ نے اسی پر عمل کیا، یہ حضورانور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے ـــــ جیسا کہ عرض کیا گیا حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ:

- ـــــ غلاموں کی دعوت قبول فرمالیتے تھے،
- ـــــ سواری کے لیے دراز گوش استعمال فرماتے تھے،
- ـــــ صوف کا لباس زیب تن فرماتے۔[۲]

یہ خوبیاں آپ کو صوفیہ میں ملیں گی جن سے ہم نفرت کرتے ہیں ـــــ وہ مسکینوں اور غریبوں کی دعوت قبول کر لیتے ہیں، ہم کو غریب سے ہی نفرت ہے اس کی دعوت کیا قبول کریں گے! ـــــ وہ معمولی سی معمولی سواری کو استعمال کر لیتے ہیں، ہم کو بڑی بڑی شاندار گاڑیاں چاہئیں، ایک سے ایک اعلیٰ ـــــ وہ معمولی سے معمولی لباس پہن لیا کرتے ہیں، ہم کو ایک سے ایک عمدہ کپڑا چاہیے ـــــ الغرض ہمارے رہن سہن میں سنت کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، وہ سنت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے ـــــ قرآن کریم میں بھی زاہدوں کا ذکر ہے جن کو وہ پیار ملا کہ:

- ـــــ دست قدرت نے خود سلایا، خود جگایا۔[۳]
- ـــــ پھر خود سلایا، تھپتھپایا، کروٹیں بدلوائیں۔[۴]

۱۔ مسلم شریف، ج ۲، ص ۴۰۷ ۲۔ مسند امام احمد، ج ۱، ص ۳۶۸

نوٹ:۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ/ ۷۹۷ء) نے "کتاب الزہد" مرتب کی جس میں زہد کی فضیلت سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں ـــــ مسعود

۳۔ قرآن حکیم، سورۂ کہف، آیت نمبر ۱۲ ۴۔ قرآن حکیم، سورۂ کہف آیت نمبر ۱۱، ۱۸۔

- ان کے غار کے دہانے پر یادگار مسجد بنائی گئی۔[۱]
- اللہ نے ان کو اپنی عظیم نشانی قرار دیا۔[۲]

بے شک صوفیہ اور اولیاء اللہ کی عظیم نشانیاں ہیں۔۔۔۔۔

مختلف صوفیہ کرام نے زہد کی فضیلت کے بارے بہت کچھ فرمایا ہے، نہ صرف فرمایا ہے بلکہ عمل بھی کیا ہے۔ مثلاً:

- شیخ حسن بصری (م۔۱۱۱ھ/۷۲۹ء)
- شیخ ذوالنون مصری (م۔۲۴۵ھ/۸۵۹ء)
- شیخ جنید بغدادی (م۔۲۹۷ھ/۱۰۔۹۰۹ء)
- شیخ عبدالقادر جیلانی (م۔۵۶۱ھ/۶۔۱۱۶۵ء)
- شیخ شہاب الدین سہروردی (م۔۶۳۲ھ/۱۔۹۸۰ء)
- شیخ نظام الدین دہلوی (م۔۷۲۵ھ/۵۔۱۳۲۴ء)
- سلطان باہو (م۔۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء) وغیرہ وغیرہ

موخرالذکر کے زہد کا یہ عالم تھا کہ اپنی زمین خود کاشت فرماتے جب فصل تیار ہو جاتی چلے جاتے تا کہ ضرورت منداور حاجت مند فصل کاٹ کر لے جائیں، سب غریبوں کو معلوم تھا کہ یہ فصل ہمارے لیے لگائی جارہی ہے۔۔۔۔۔ بیشک الخلق عیال اللّٰہ۔۔۔۔۔

شیخ جنید بغدادی نے تصوف کی جو تعریف کی ہے وہ سلطان باہو پر صادق آتی ہے آپ نے یہ تعریف فرمائی ہے:۔

(۱) "مخلوقات کی موافقت سے دل کو صاف کرنا،

(۲) طبعی اور نفسیاتی اوصاف سے جدا ہونا،

(۳) بشری صفات کا فنا ہونا،

(۴) نفسانی خواہشات سے گریز کرنا،

۱۔ قرآن حکیم، سورۂ کہف، آیت نمبر ۲۱ ۔۔۔ ۲۔ قرآن حکیم، سورۂ کہف، آیت نمبر ۹

(۵) روحانی صفات کا طلب گار رہنا،

(۶) حقیقی علوم سے متعلق ہونا،

(۷) دائمی اچھے کاموں کو اختیار کرنا،

(۸) تمام امت کا خیر خواہ ہونا،

(۹) حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا وفادار ہونا،

(۱۰) شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیروکار ہونا،

(۱۱) ایسی دیگر صفات اور برکات کا حاصل ہونا۔'' [۱]

(۲)

ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا ہی تصوف ہے، اسی پیروی کا نام شریعت بھی ہے اور طریقت بھی، ظاہر کی پیروی شریعت ہے، باطن کی پیروی طریقت ہے ـــــ ہم تو ظاہر میں بھی پیروی نہیں کر رہے بلکہ ہمارا طرزِ عمل تو باغیانہ ہے ـــــ باطن میں کیا پیروی کریں گے؟ ـــــ جب ہم حضرات اولیاء وصوفیہ کے اقوال واعمال پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں شریعت کی جلوہ گری نظر آتی ہے ـــــ سنیئے شریعت اور پیروی سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں:۔

● ـــــ **امام مالک** (م۔ ۱۷۹ھ/ ۷۹۵ء) فرماتے ہیں:۔

''جس نے علم فقہ حاصل کیے بغیر راہِ تصوف اختیار کی وہ زندیق ہوا ـــــ
اور جس نے علم فقہ حاصل کیا، تصوف کے راستہ پر نہیں چلا وہ فاسق ہوا ـــــ
جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ صحیح مومن ہے۔'' [۲]

● ـــــ **شیخ عبدالقادر جیلانی** (م۔ ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۵-۶ء) فرماتے ہیں:

''اگر حدودِ شریعت میں سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے ـــــ بے شک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے۔'' [۳]

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف، ترجمہ مخطوطہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص ۱۔۲

۲۔ ایضاً: ص ۲ ــ ۳۔ عبدالوہاب شعرانی: طبقات اولیاء، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۱۳۱

● **شیخ شہاب الدین سہروردی** (م۔۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء) فرماتے ہیں:

''جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے، وہ حقیقت نہیں، بے دینی ہے۔''[۱]

● **جنید بغدادی** (م۔۲۹۷ھ/۱۰-۹۰۹ء) فرماتے ہیں:۔

''جس نے نہ قرآن یاد کیا، نہ حدیث لکھی (یعنی علم شریعت سے آگاہ نہ ہوا) طریقت میں اس کی اقتداء نہ کریں، اسے اپنا رہبر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے۔''[۲]

● **شیخ محی الدین ابن عربی** (م۔۱-۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) فرماتے ہیں:

''خبردار! علم ظاہر جو شریعت کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ چھوڑنا بلکہ جو کچھ اس کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کرو۔''[۳]

● **امام غزالی** (م۔۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء) شیخ سری سقطی (م۔۲۵۰ھ/۵-۸۶۴ء) کی دعا کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جس نے پہلے حدیث وعلم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا ——— اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈالا۔''[۴]

● **شیخ محمد عارف ریوگری** (م۔۶۳۴ھ/۷-۱۲۳۶ء) فرماتے ہیں:

''اے عارف! جب تک اپنے اقوال واعمال واحوال میں بغیر کمی بیشی کے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سنیہ اور شریعت رفیعہ کی پیروی نہ کرے گا بلا شبہ تو مقبولوں اور واصلوں کے زمرے میں نہ ہوگا۔''[۵]

● **شیخ عبدالوہاب شعرانی** (م۔۹۷۳ھ/۶-۱۵۶۵ء) فرماتے ہیں:

۱۔ شہاب الدین سہروردی: عوارف المعارف، مصر، ج ا، ص ۴۳

۲۔ عبدالوہاب شعرانی: الیواقیت الجواہر فی عقائد الاکابر، ج ا، ص ۱۳۹

۳۔ عبدالوہاب شعرانی: کتاب الیواقیت والجواہر، ص ۲۲ ۔۔۔ ۴۔ امام غزالی: احیاء علوم الدین، ص ۱۳

۵۔ عارف ریوگری: عارف نامہ (ترجمہ اردو وقدیر محمد قریشی، کراچی) ۱۹۹۷ء، ص ۹

(الف)۔۔۔۔۔۔ ''تصوف کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔ بس احکام شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے۔۔۔۔۔۔ علم تصوف، چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی نہر ہے۔''[۱]

(ب)۔۔۔۔۔۔ تمام اولیاء کرام کا اجماع ہے کہ طریقت میں صدر بننے کا لائق نہیں مگر وہ جو علم شریعت کا دریا ہو۔''[۲]

● ۔۔۔۔۔۔ **شیخ احمد سرهندی** (م۔۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) فرماتے ہیں:۔

''طریقت وشریعت ایک دوسرے کے عین ہیں، بال برابر بھی ان دونوں میں فرق نہیں۔۔۔۔۔۔ جو چیز شریعت کے خلاف ہے، وہ مردود ہے۔''[۳]

● ۔۔۔۔۔۔ **شیخ عبدالحق محدث دهلوی** (م۔۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) فرماتے ہیں:

''تصوف، فقہ کے بغیر نہ صرف یہ کہ کافی نہیں بلکہ صحیح ہی نہیں۔۔۔۔۔۔ تصوف کی طرف رجوع، فقہ کے ساتھ جائز ہے۔''[۴]

● ۔۔۔۔۔۔ **شیخ عبدالغنی نابلسی** (م۔۱۱۴۳ھ/۳۱۔۱۷۳۰ء) فرماتے ہیں:

''اے عاقل!۔۔۔۔۔۔ اے حق کے طالب! دیکھو، یہ عظمائے مشائخ طریقت، یہ کبرائے ارباب حقیقت، سب کے سب شریعت مطہرہ کی تعظیم کررہے ہیں''[۵]

● ۔۔۔۔۔۔ **حاجی محمد امداد اللہ** چشتی مہاجر مکی (م۔۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

''پہلا مرتبہ (زبان سے اقرار) شریعت ہے اور دوسرا مرتبہ (دل کی تصدیق) طریقت، ان سے کوئی مرتبہ بھی دوسرے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث شریف اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے) کی مراد یہی دل کی تصدیق ہے۔''[۶]

● ۔۔۔۔۔۔ **شیخ احمد رضا فاضل بریلوی** (م۔۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) فرماتے ہیں:

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ص۴ ۲۔ الطبقات الکبریٰ، ص۴

۳۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، امرتسر ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء) مکتوب نمبر ۳۶، ص ۹۷

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف، ترجمہ اردو خواجہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص ۹

۵۔ عبدالغنی نابلسی: حدیقة ندیه، ج ۱، ص ۱۳۰۔۱۳۱

۶۔ تقریظ بر انوار التمجید فی ادلة التوحید از مفتی محمد انوار اللہ سابق مدیر المہام امور مذہبی ریاست حیدرآباد دکن۔

"یقیناً طریقت راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک ـــــ جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا، لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے۔"[۱]

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہر صوفی، ہر ولی شریعت کی بات کر رہا ہے، ظاہر و باطن میں شریعت پر عمل ہی تقویٰ ہے، متقی ہی صوفی اور ولی ہے جس کے لیے قرآن کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ٥ (الانفال:۳۴)

(ترجمہ) "اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔"

یہ سارے حقائق اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ صوفیہ کے پاس کچھ ہے جبھی تو شاہانِ وقت کھنچے چلے آرہے ہیں ـــــ بلاشبہ تصوف ہر دور کی ضرورت ہے ـــــ اور اس دور کی بھی ضرورت ہے ـــــ ہر شعبۂ زندگی کو تصوف کی ضرورت ہے ـــــ بیشک:۔

- ـــــ تصوف روحِ اسلام ہے،
- ـــــ تصوف جانِ ایمان ہے،
- ـــــ تصوف بندگی ہے،
- ـــــ تصوف زندگی ہے،
- ـــــ تصوف سادگی ہے،
- ـــــ تصوف ہمدردی و غمخواری ہے،
- ـــــ تصوف دل داری و دل نوازی ہے،
- ـــــ تصوف سیرت مصطفیٰ ہے،
- ـــــ تصوف صدق ابوبکر ہے،
- ـــــ تصوف ضرب حیدر ہے،

۱۔ احمد رضا، امام: مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء (۱۳۲۷ھ) مطبوعہ بزم قاسمی، کراچی ص ۷

- ـــــ تصوف فقر بوذر ہے،
- ـــــ تصوف عدالت و دیانت ہے،
- ـــــ تصوف معیشت و معاشرت ہے،
- ـــــ تصوف خزینہ رحمت ہے،
- ـــــ تصوف تہذیب و تمدن ہے،
- ـــــ تصوف عقل کا حیرت کدہ ہے،
- ـــــ تصوف دل کا راحت کدہ ہے،
- ـــــ تصوف برہانِ رب ہے،
- ـــــ تصوف روحِ رواں ہے،
- ـــــ تصوف لشکر جرار ہے،
- ـــــ تصوف حیدر کرّار ہے،
- ـــــ تصوف سکون دل بے قرار ہے،
- ـــــ تصوف دوائے درد دل ہے،
- ـــــ تصوف بہار بے خزاں ہے،
- ـــــ تصوف بحر و بر ہے،
- ـــــ تصوف جہاں گیر و عالم گیر ہے،
- ـــــ تصوف بصیرت و بصارت ہے،
- ـــــ تصوف فرمانِ حق ہے۔

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

۲/۱۷۔سی

پی۔ای۔سی۔ایچ۔سوسائٹی

کراچی، سندھ، پاکستان

باب نمبرا

تذکرہ

حضرت باباجی غلام رسول

نقشبندی مجددی مدنی

مرتبہ

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ٥

ولادت ،تعلیم و ملازمت

● ——بابا جی غلام رسول کے والد گرامی ولی محمد (المعروف بُلہا درزی) تھے ان کی دکان جالندھر (حال مشرقی پنجاب، بھارت) کے بازار دیوان خانے والے میں تھی۔ بابا جی کی ابتدائی تعلیم محلہ پنج پیر کی جامع مسجد میں ہوئی۔ استاد حافظ محمد یوسف تھے۔ تا ہم بسم اللہ شریف مولانا حکیم سیّد فضل محمد نے کرائی [1]

● ——بابا جی نے ایک موقع پر فرمایا:۔

''میری عادت تھی چودہ سال کی عمر سے ہی نماز اور تہجد قضا نہیں ہوئی۔ پھر اس زمانے کی بات سنانے لگے کہ میں حساب میں کمزور تھا۔ صبح حساب کا امتحان تھا میں اس وقت چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا۔ تہجد کے بعد تسبیح کر رہا تھا کہ اُونگھ آ گئی تو اسی وقت ایک بورڈ پر جمع کا سوال لکھا ہوا نظر آیا۔ ساتھ نیچے جواب بھی لکھا ہوا تھا آواز آئی کہ اس کا جواب یاد کر لو۔ اس زمانے کے مطابق بورڈ پر سوال لکھ کر امتحان لیا جاتا تھا۔ جب میری باری آئی تو وہی صبح والا سوال لکھا ہوا تھا۔ میں نے بغیر صحیح کیے ہی جواب لکھ دیا۔

پھر ''دھرم شالہ'' میں ایک ڈاکخانے میں ملازم ہو گیا اور روزے رکھنے بھی شروع کر دیئے۔[2]

● ——بابا جی غلام رسول مڈل کلاس میں تھے کہ ڈاکخانوں کا ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ محکمانہ (کلرک) بھرتی کرنے کیلئے جالندھر آیا، آپ بھی امیدوار تھے۔ ان کے

۱۔ سید فضل محمد، سید محمد العزیز شرقی المدنی کے والد بزرگوار تھے۔ اشفاق حسین قریشی، لاہور ص ۱۸۹

۲۔ اعجاز خورشید (مدینہ منورہ): رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے بابا جی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۹۱

علاوہ اور بھی بہت سے لڑکے تھے۔ سپر نٹنڈنٹ نے سب امیدواروں سے انگریزی میں املا لکھوائی۔ سب سے زیادہ خوبصورت خط اغلاط سے پاک باباجی کا تھا۔ چنانچہ انہیں کلرک بھرتی کرلیا گیا۔[۱]

● ——— باباجی نے ایک اور موقع پر فرمایا:

''پیدائش تو جالندھر کی ہے۔ اباجی اور بھائی درزی کا کام کرتے تھے لیکن مجھ کو یہ پسند نہیں ہوا اور میں اسکول میں پڑھنے لگا۔ جب میٹرک کر کے پوسٹ آفس میں ملازم ہوا تو نئی صدی کے شروع کا تیسرا چوتھا سال تھا۔ پھر دس بارہ سال کام کیا میری تنخواہ اس زمانے میں (تینتیس) ۳۳ روپے ہوگئی تھی۔ پھر جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ اس وقت میری عمر ۳۵، ۳۶ (پینتیس، چھتیس) سال کی تھی، بالکل جوان تھا، داڑھی کالی تھی اور بدن مضبوط تھا۔[۲]

شخصیت ومزاج

● ——— ان کے مزاج اور شخصیت کو سمجھنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ خاموش رہتے تو گھنٹوں خاموش رہتے۔ کافی لوگ آتے تو مختصر سلام کر کے چلے جاتے۔ اس وقت ان کی کیفیت سے ایسا محسوس ہوتا جیسے اندر ہی اندر کہیں مصروف ہوں ——— بھنویں چڑھی ہوئی، کہیں اور ہی مصروفِ دید آنکھیں، گم سم ——— لیکن یہ نہیں تھا کہ باباجی اس عالم میں کسی کونے میں جا بیٹھتے ہوں یا آنکھیں موند کر مراقبے میں چلے جاتے ہوں، ہرگز نہیں وہ اپنے کام کرتے رہتے، عام لوگوں کی طرح بیٹھے ہوتے، لوگوں کو مشروبات کے ڈبے کھول کر دیتے۔ تبرک تقسیم کرتے رہتے، بلیوں کی دیکھ بھال کرتے رہتے، ان کو پنیر دیتے رہتے۔[۳]

● ——— باباجی کو دیکھ کر مجھے بالکل حیرانی نہیں ہوئی کیونکہ دو اڑھائی سال سے میرے ذہن میں باباجی کی ایک شکل اور شخصیت موجود تھی اور باباجی جس ظاہری حالت میں

۱۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور): باباجی غلام رسول، ص ۱۹۰

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان شہر): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۳

۳۔ جاوید علی شاہ (ملتان شہر): فیض جاری ہے۔ ص ۲۴۸۔ ۲۴۹

مجھے دکھائی دے رہے تھے وہ ان کی وہ شخصیت تھی جس میں رہ کر انہوں نے اپنی غیبی ڈیوٹی ادا کرنی تھی —— یہ بات مجھے شرقپور والی سرکار نے بتائی تھی کہ:

"ولی کا اصل حلیہ اور شخصیت وہی ہوتی ہے جو اس کے چاہنے والے کے ذہن میں ولی سے ملنے سے پہلے آتی ہے —— اور ملنے کے بعد جو حلیہ اور شخصیت دکھائی دیتی ہے وہ اس کی ڈیوٹی کا یونیفارم اور ڈیوٹی کا انداز ہوتا ہے۔"

سرکار شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر کئی اولیائے کرام تک مثالیں دی تھیں۔ اس لئے بابا جی کو پہلی بار دیکھ کر ان کی عظمت اور ڈیوٹی کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا، کیونکہ وہ جو کام کر رہے تھے وہ ہرگز اعلیٰ لباس اور رہن سہن کی سہولت اور حلیے شریف کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔[1]

انداز گفتگو

بابا جی پنجابی کلچر کے نمائندے تھے بظاہر اردو ہی میں بات کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی تو نہایت لائق ایم۔ اے پاس اردو کی طرح شاندار اردو میں گفتگو فرمانے لگتے تو کبھی اردو پنجابی مکس کر دیتے اور کبھی پنجابی بولنا شروع کر دیتے۔ ان کا مسئلہ زبان کا نہیں تھا ان کا مسئلہ مطلب بیان کرنا تھا، وہ جو کہنا چاہتے تھے وہ کسی طرح بیان کر دیا کرتے تھے اسی طرح بعض اوقات انگلش کے الفاظ اور بعض ہندی کے الفاظ بھی ان کے منہ سے بھلے معلوم ہوتے۔ جو کچھ بھی ہو ان کا بولنے کا اسٹائل تھا۔ اپنی باریک سی آواز میں وہ کائنات کے راز کھولتے چلے جاتے لیکن انداز ایسا ہوتا جیسے کوئی عام سی گھریلو قسم کی بات کر رہے ہوں۔ انہوں نے احکاماتِ خداوندی، ارشاداتِ نبوی، حیاتِ طیبہ رسول پاک، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور واقعات اولیائے کرام کو بھی اسی سادگی کے ساتھ بیان کیا ان کا انداز کبھی بھی عالمانہ اور خطیبانہ نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی وہ کبھی عالموں، دانشوروں اور صوفیوں کی طرح پند و نصیحت کرتے تھے۔[2]

۱۔ عبدالشکور، الحاج صاحب (لاہور): کیسے کیسے لوگ، ص ۳۰۹

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان شہر): فیض جاری ہے۔ ص ۲۴۹۔۲۵۰

سلسلۂ طریقت

باباجی کا سلسلہ طریقت تو نقشبندی مجددی تھا مگر انہوں نے دوسرے سلاسل کے بزرگوں سے بھی فیض پایا جس کی تفصیل ان کے ملنے والے عقیدتمندوں نے بیان کی۔ یہاں ہم چند اقتباسات پیش کرتے ہیں:

● ـــــ باباجی کی مراقبہ کرنے کی عادت تھی کیونکہ ان کے مرشد حضرت قبلہ حافظ عبدالکریم نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ عیدگاہ شریف والے (راولپنڈی) مراقبے کو بہت افضل سمجھتے تھے یہ اُنہی کی تربیت کا اثر تھا۔[۱]

● ـــــ باباجی نے طریقت میں حضرت قبلہ حافظ عبدالکریم نقشبندی (راولپنڈی) سے بیعت کی تھی اور حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب (گولڑہ شریف) سے بھی تعلق تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ کی دعا کا فیض ہے کہ میں یہاں تک پہنچا ہوں اور اس مقدس ترین مقام میں مقیم ہوں۔[۲]

● ـــــ روحانیت میں باباجی کا مقام بہت بلند تھا جو ہمارے خیال وگمان سے بالا تر ہے جیسا پہلے عرض کیا گیا اول آپ نے نقشبندی سلسلے میں حافظ عبدالکریم صاحب (عیدگاہ شریف راولپنڈی) سے بیعت کی تھی آخر میں کسی غیبی اشارے کے تحت زندہ پیر آف گھمکول شریف والوں سے ۱۳۹۸ھ میں مدینہ منورہ میں تجدید بیعت نقشبندی مجددی سلسلے کے مطابق کی۔ بحمد اللہ! آپ کا ویسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے براہِ راست تعلق تھا اور آپ کی دربارِ اقدس تک رسائی تھی۔ جس کا حال کبھی کبھی ارشاد فرماتے تھے۔[۳]

● ـــــ آپ نے زندگی بھر کسی کو مرید نہیں کیا ویسے عقیدتمندوں کی تعداد صد ہا تھی

ـــــ آپ ہدیہ بہت کم قبول فرماتے تھے۔ اگر کوئی صاحب کوئی ہدیہ سامان وغیرہ لاتے تو

۱۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے۔ ص ۹۲

۲۔ عبدالحمید، مدینہ منورہ: باباجی غلام رسول۔ ص ۱۱۱

۳۔ ایضاً: ص ۱۱۲

اسی قدر یا اس سے زیادہ ان کو پیش فرما دیتے تھے۔[۱]

باباجی کا مسلک، مسلکِ محبت تھا

خود فرماتے ہیں، ہماری محبت میں لالچ نہیں ہے۔ ہمارا کام محبت کرنا اور محبت پیدا کرنا ہے۔ ہم نے محبت پیدا کر دی ہے اور تم میری طرف محبت سے دیکھ رہے ہو، میں محبت کے سفر میں آخری آدمی نہیں ہوں —— میں تو تمہارا پہلا قدم ہوں —— آگے بڑھو اور منزلیں طے کرو —— جھولی بھر و اور آگے جاؤ ابھی بہت سفر ہے اور زندگی بہت تھوڑی۔ یہ بات باباجی نے سلیم مغل (رحیم یار خاں) سے کہی۔ ان کا بیان ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ان کی آواز کی تلخی نہ جانے کہاں گم ہوگئی تھی اور آواز میں گلوگیری شامل ہوگئی تھی —— کیسا عجیب پیار تھا ان کا؟ —— ہم دنیادار کہاں سمجھ سکتے ہیں ان ہستیوں کی عظمت کو۔[۲]

● —— جس سے دل بندھ جائے اس کو پیر بنا لو چاہے کسی بھی سلسلے کا ہو جو سچے پیر ہوں گے۔ پیرانِ پیر یقیناً ان کے آگے ہوں گے۔ سارے سلسلے ایک ہیں سب ایک ہی لڑی کے موتی ہیں اور موتی جتنے سچے ہونگے اتنے اچھے ہوں گے ورنہ اللہ سب کا بھلا کرے۔[۳]

بزرگوں سے محبت

ہم باباجی کی زبان مبارک ہی سے بزرگوں سے عقیدت ومحبت کے احوال ذیل میں ترتیب وار درج کرتے ہیں:

● —— باباجی کو بچپن ہی سے صوفیائے کرام کے مزارات پر حاضری کا شوق تھا۔ چنانچہ وہ اپنے شہر جالندھر میں حضرت امام ناصر الدین، حضرت شاہ سکندر اور حضرت شاہ علیم اللہ کے مزارات پر روزانہ حاضر ہوتے۔ دعا مانگتے اور کبوتروں کو دانہ ڈالتے۔[۴]

۱۔ حضرت عبدالحمید صاحب، مدینہ منورہ: باباجی غلام رسول۔ ص ۱۱۲
۲۔ سلیم مغل (رحیم یار خاں): میں نے زندہ ولی دیکھا۔ ص ۱۶۵
۳۔ حاجی مقصود حسین (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یادیں۔ ص ۲۷۴
۴۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور): باباجی بابیوں والے۔ ص ۱۸۹

● ــــــ مجھے حکم ملا کہ میں سرکار غوثِ اعظم کی بارگاہ میں حاضری دوں، میں بارہ سال وہاں حاضر رہا۔ایک روز مجھے خیال آیا اور میں نے غوث پاک کی خدمت میں عرض کی کہ میں درزی کا بیٹا ہوں لیکن مجھے سینا نہیں آتا۔اگر مجھے سلائی کرنا آجائے تو میں آپ کے خادموں کی گدڑیاں ہی سی دیا کروں ــــــ رات کو سرکار غوثِ اعظم تشریف لائے اور دھاگے سمیت سوئی پکڑا دی۔ میں سویرے اُٹھا تو مجھے لگا کہ میں اچھا خاصا درزی ہوں۔پھر میں پورے اطمینان کے ساتھ خادموں کی قمیض، گدڑیاں سینے لگا۔جیسے بہت عرصہ سے اس کام میں ماہر ہوں۔پورے بارہ سال بغداد میں رہا جس میں سے چھ سال حضرت غوث پاک کے دربار میں گزارے[1]

● ــــــ حضرت شاہ علیم اللہ علیہ الرحمہ کے بارے میں باباجی نے بتایا کہ:

''لڑکپن کے زمانے سے ہی انہیں ایسا لگتا تھا کہ شاہ صاحب ان پر مہربان ہیں اور شفقت فرماتے ہیں، یہ شفقت ایسی ہی تھی جیسے کوئی چاچا تایا کرتا ہے۔بعد میں یہ بھی محسوس ہونے لگا کہ شاہ صاحب ان کے خیالات کو پسند کرتے ہیں۔چنانچہ وہ مزار مبارک پر بیٹھ کر شاہ صاحب سے خیال ہی خیال میں باتیں بھی کرتے تھے لیکن اس طرح کہ کوئی انہیں اس عالم میں دیکھ نہ لے اور اندر کا حال سمجھ نہ لے۔ان کے ذہن میں شاہ صاحب کا ایک سراپا بھی تھا اور وہ شاہ صاحب کو زندہ ہی سمجھتے تھے۔انہیں مزار مبارک پر تنہا جانے میں کوئی خوف نہ آتا بلکہ وہ ایسے اوقات میں وہاں جانا پسند فرماتے جب عام لوگوں کی وہاں آمد و رفت نہ ہو اور وہ حضرت شاہ علیم اللہ علیہ الرحمہ کے ساتھ گھنٹوں بات کر سکتے۔تلاوت قرآن پاک کر کے ان کو سنا سکتے اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا کر ان سے داد وصول کر سکتے۔[2]

● ــــــ ایک دن حضرت شاہ علیم اللہ علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضر تھے کہ ندا آئی: ''مانگو کیا مانگتے ہو۔''ان دنوں باباجی اسکول میں زیر تعلیم تھے۔عرض کیا کہ ''دعا کیجئے میں

۱۔منیر الاسلام حسنی، سید (لاہور): باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ۔ص ۳۲۶۔۳۲۷

۲۔اظہار الحق، کراچی: پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ص ۱۲۳۔۱۲۴

امتحان میں پاس ہو جاؤں۔'' ندا آئی: ''اس سے بھی بڑھ کر یہ خوشخبری ہے کہ تم روزانہ ہمارے کبوتروں کو دانہ ڈالتے ہو۔ رب العالمین تمہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے کبوتروں کو دانہ ڈالنا نصیب کرے گا۔'' اور واقعی یہ ہوا۔ باباجی ہمیشہ کیلئے مدینہ منورہ اور مکے کے ہو کر رہ گئے تھے۔[۱]

● ——۲۰ / مارچ ۱۹۰۴ء دوپہر وہ پورے چوبیس سال کے ہو گئے تھے اس روز ظہر کی نماز کے بعد جب سڑکوں پر لوگوں کی آمد ورفت کم کم تھی وہ حضرت شاہ علیم اللہ کے مزار مبارک کے احاطے میں داخل ہوئے کہ آج شاہ صاحب سے اپنی عمر کے نئے سال کیلئے دعائیں لیں۔ لیکن وہ حیران رہ گئے کہ آج اس دوپہر کی تنہائی میں کوئی مخل ہو گیا تھا—— ایک ضعیف آدمی جو مزار مبارک کے اندر عین اسی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا جہاں بیٹھنا اس جوان کا معمول تھا۔ رحل پر قرآن مجید کھولے بہت دھیمی آواز میں وہ تلاوت کر رہا تھا اور اس نوجوان کی آمد سے بالکل بے خبر تھا جو اپنی جگہ پر کسی اور کو بیٹھا دیکھ کر الجھنے لگا تھا—— وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس ضعیف آدمی کے قریب پہنچا کہ کہیں آس پاس ہی بیٹھ جائے گا—— لیکن اس کے تو جیسے ہوش ہی اُڑ گئے—— وہ آدمی اور کوئی نہیں بلکہ ویسا ہی تھا جیسا آپ نے خیال میں برسوں سے حضرت شاہ علیم اللہ کا سراپا بنا رکھا تھا—— گھبرا کر اس نے سلام کیا تو نظر اٹھا کر شاہ صاحب نے اس کی طرف دیکھا۔ آیت پوری کر کے تلاوت ختم کر دی، قرآن پاک بند کر دیا اور وعلیکم السلام کہتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ اس کی جانب یوں بڑھایا جیسے اس کے سر پر شفقت سے رکھنا چاہتے ہوں۔ وہ تحیّر میں ڈوبا اور پھر ان کے آگے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب نے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے فرمایا: خوش ہو؟ وہ کچھ نہ بول سکا، البتہ اس بات میں سر ہلا دیا فرمایا—— ''چوبیسواں سال مرد کا آغاز ہوتا ہے، چھتیسواں تشکیل ذات، بیالیسواں انقلاب اور اکیاونواں فیصلہ کن، ساٹھواں تکمیلِ ذات اور پھر آگے ہی آگے۔''[۲]

● ——ایک بار میں نے باباجی سے پوچھا کہ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور): باباجی بلیوں والے۔ ص ۱۸۹۔ ۱۹۰

۲۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۲۴۔ ۱۲۵

کے دربار مبارک میں حاضری سے پہلے بھی آپ اور کسی دربار میں حاضر ہوا کرتے تھے؟ باباجی ترنگ میں آگئے بتانا شروع کر دیا کہ میں جب جالندھر میں تھا تو وہاں حضرت شاہ سکندر کے مزار پر جاتا تھا وہاں حضرت امام ناصرالدین کا مزار بھی تھا جہاں میں حاضری دینے جایا کرتا تھا۔ حضرت شاہ علیم اللہ کے مزار میں زیادہ بیٹھتا تھا اور کبوتروں کو دانہ وغیرہ ڈالا کرتا تھا بڑا اچھا وقت تھا۔ درباروں کا اپنا ماحول ہوتا ہے—— بادشاہوں کے درباروں کی رونق کا تو مجھے اتنا تجربہ نہیں، لیکن ان بزرگوں کے درباروں میں جو وقت گزرا اور وہاں کی جو رونقیں دیکھیں ان کو بیان نہیں کیا جاسکتا لیکن جو ان رونقوں کو جانتے ہیں، وہ نصیبوں والے ہیں—— نہر اور نالوں کا پانی ندی میں اور ندی کا پانی سمندر میں جا گرتا ہے—— یہ جا کر گرنا کیا چیز ہے؟ —— یہ پانی کا پانی سے ملنا ہے—— لیکن پانی بھی پانی سے کیسے ملتا ہے؟—— ایک انتظار کرتا ہے اور دوسرا اس کی طرف آتا ہے—— ایک پانی آرہا ہوتا ہے اور ایک پانی اس کا انتظار کر رہا ہوتا ہے—— بس یہی ماحول ہوتا ہے ان درباروں میں ہے[1]

● —— گھمکول شریف والے زندہ پیر آئے۔ باباجی کی قدم بوسی کی۔ اس وقت ۱۹۸۶ء میں پیر صاحب کی عمر باباجی سے آدھی سے بھی کم ہوگی، مگر باباجی فندق سرور میں جہاں پیر صاحب ٹھہرے تھے میرے ساتھ گئے اور انہیں نئے لٹھے کے تھان میں لپیٹ کر جھاڑ و پیش کیا اور وہ جھاڑو کیا تھا اور کہاں کہاں استعمال ہوا تھا اسکی تفصیل یہاں نہیں لکھی جاسکتی صرف سمجھ لینا ہی کافی ہے—— باباجی جیسی ہستی کو اپنے ڈیرے میں دیکھ کر میں نے خوب نوٹ کیا کہ جس گدے پر پیر صاحب بیٹھے تھے لڑکھڑا گئے تھے۔ جس دن پیر صاحب نے واپس جانا تھا۔ باباجی نے دس کلو کھجوریں اور ایک درجن ٹوپیاں میرے ہاتھ انکے لئے روانہ کیں ہے[2]

جیسا کہ عرض کیا گیا:

باباجی بزرگانِ دین، علماء، عرفاء سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور محبت

۱۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں۔ ص ۲۶۸

۲۔ اعجاز خورشید احمد، مدینہ منورہ: رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیارے۔ ص ۱۰۳

فرماتے تھے۔ نقشبندیہ سلسلے کے مشہور و معروف بزرگ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

● ——ابوالعرب پیر سید جماعت علی شاہ دنیاوی علم، دینی علم رکھنے والے، دل والے، خوب اچھا بولنے والے اور ایسا بولنے والے کہ اقبال شاعر بھی ان کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا تھا۔ کیسی کیسی ڈیوٹیاں ملتی ہیں اوپر سے۔ دنیاوی تعلیم حاصل کی اور کام کرنے پڑے دین کے۔ علی گڑھ کالج کیلئے چندہ جمع کرنے گئے جماعت علی شاہ۔ لوگ سمجھ نہیں پائے تھے کہ کون ہے؟ کیسا رتبہ ہے؟ کیا مقام ہے؟ کہاں سے ڈیوٹی لگی ہے؟ کہاں سے توفیق ملتی ہے بلکہ یہ بھی سُنو۔ پاکستان بنانے کی تحریک میں کام کیا۔ سیاسی لوگ تھے؟ نا، نا۔ بس ڈیوٹی۔ پیر صاحب نقشبندی تھے اور خوب نام پایا۔ اللہ تعالیٰ درجات کی بلندی فرمائے۔ یہاں تشریف لاتے تھے اور بڑی سخاوت فرماتے تھے۔ ''ابوالعرب'' مشہور ہو گئے تھے جب بھی آتے تو مجھے ضرور بلواتے تھے، بڑے مہربان تھے۔[۱]

● ——ایک دفعہ محترم بخشی صاحب مرحوم جو حضرت قبلہ پیر سیّد جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے اور باب السلام میں ایک مکان میں مقیم تھے، باباجی کو یاد فرمایا اور کہا کہ میرے پاس تیس ہزار ریال موجود ہیں جو آپ مستحق فقراء کو تقسیم کرا دیں۔ آپ نے اسی وقت ٹیکسی لی اور روانہ ہو گئے۔ یہ عشاء کے بعد کی بات ہے جب فجر کو تشریف لائے تو پوچھا کہ کچھ بچا تو فرمایا کہ سب رقم بیواؤں اور یتیموں کو رباطوں میں اپنے ہاتھوں سے دے دی ہے۔ باباجی نے ریال کا کبھی خیال نہیں فرمایا جو آیا اسی وقت فقراء میں تقسیم کر دیا۔[۲]

● ——فرمایا یہ اتنی بڑی ہستی ہیں، مولانا ضیاء الدین قادری صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوازشات سے آج ان کا آستانہ قادریہ

۱۔ سلیم مغل (رحیم یار خاں): میں نے زندہ ولی دیکھا۔ ص ۱۶۷

۲۔ حضرت عبدالحمید (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۱۰

عشقِ رسول کا نور ہی نور لٹاتا ہے۔ان کی محفلِ نعت کا سرکار کے حضور میں جو مقام ہے وہ نصیبوں والوں کو ملتا ہے ـــــ نور محمد مستری جنہوں نے دربار کے مینار بنائے ہیں، وہ بھی سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں اور مولانا ضیاء الدین قادری صاحب کے ہاں اکثر نعت سنانے جاتے رہتے ہیں، انہوں نے ایک روز بتایا کہ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ تم غلام رسول سے کیوں نہیں کہتے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کریں کہ ضیاء الدین صاحب جنت دیکھنا چاہتا ہے، آخرت کا کیا پتہ، معاملہ بنے نہ بنے، یہاں دنیا ہی میں ایک بار جنت کا نظارہ کرا دیں۔ چاہے کھلی آنکھ سے چاہے بند آنکھ سے ـــــ خواب میں سہی۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کیا مشکل ہے۔[1]

● ـــــ نعت کا بڑا مقام ہے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح کرنے والوں کو ہر شے پیار کرتی ہے۔ مولانا ضیاء الدین صاحب درود وسلام اور نعت کی جو محفل سجاتے ہیں اس کی آوازیں کہاں کہاں پہنچتی ہیں اور کہاں کہاں سنی جاتی رہی ہیں بتا نہیں سکتا ـــــ نعت سچے دل سے پڑھی جائے تو محبت ہے ورنہ شاعری۔[2]

● ـــــ باباجی حضور کچھ عرصے حضرت مولانا ضیاء الدین کے ہاں لنگر بھی پکاتے رہے۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۰ء کے درمیان یہ خدمت کی۔ جب ان کی صحت اس قابل تھی۔[3]

● ـــــ ایک دفعہ باباجی بہت موج میں تھے، مجھے فرمانے لگے کہ بیٹا آؤ میں تمہیں بڑی اچھی بات بتاؤں۔ فرمانے لگے کہ میں آج سے ۲۰ سال پہلے مولانا ضیاء الدین صاحب کا لنگر پکاتا تھا جو صبح وشام جاری رہتا تھا ـــــ ایک دفعہ ہندوستان سے کچھ خاص مہمان آنے والے تھے اور لنگر کے لئے تنگدستی چل رہی تھی۔ صبح کی نماز پڑھ کر جب میں مولانا کے پاس پہنچا تو فرمانے لگے: ’’غلام رسول! ہندوستان بریلی سے کچھ خاص مہمان آنے والے ہیں اور

۱۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۳۰۳

۲۔ ایضاً: ص ۳۰۳، ۳۰۲

۳۔ محمد طفیل مدنی بھٹی (لاہور): میرے باباجی حضور۔ ص ۷۷

ہم نے کچھ ضیافت کا انتظام کرنا ہے اور ان دنوں ہاتھ تھوڑا تنگ ہے۔ کسی سے پیسے ہمیں قرض مل جائیں بعد میں ادا کردیں گے، کوشش کرو"—— باباجی فرماتے ہیں جب انہوں نے یہ بات بتائی تو میں تڑپ اٹھا اور میں ناشتہ کرنے کے بعد سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس پر اُحد شریف چلا گیا۔ اور سید الشہداء کی خدمت عالی میں عرض کیا کہ حضرت مولانا صاحب کے خاص مہمان آنے والے ہیں اور آج کل ہمارا ہاتھ تھوڑا تنگ ہے۔ اگر اپنے غلاموں پر نگاہِ کرم ہو جائے تو عنایت ہوگی—— یہ باتیں عرض کرنے کے بعد کافی دیر تک میں مزار شریف پر بیٹھا رہا۔ پھر واپس آگیا اور ظہر کی نماز مسجد نبوی شریف میں ادا کی۔ ان دنوں مسجد نبوی میں بابِ مجیدی پر کوئی مرمت ہو رہی تھی تو میں مزدوروں کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا کھانا کھالو میں نے ان کے ساتھ کھانا کھانا شروع کر دیا پھر میں مولانا صاحب کے پاس آگیا تو فرمانے لگے—— غلام رسول، کچھ بندوبست ہوا؟ تو میں نے عرض کی کہ سرکار کوشش کی ہے شاید اللہ کامیابی عطا فرمادے۔

تو باباجی پھر بتاتے ہیں کہ میں جب عصر کی نماز پڑھ کر واپس جا رہا تھا تو کافی لوگ تھے۔ بابِ مجیدی سے نکلتے ہوئے باہر کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا، "لو بھئی غلام رسول! یہ تمہارے لئے ہے۔" وہ ایک کپڑے کی تھیلی تھی اس میں چاندی کے ریال تھے۔ میں دیکھ کر ہکا بکا اور ششدر رہ گیا اور تھیلی دینے والی ہستی کو نہ دیکھ سکا—— اتنے میں مولانا ضیاء الدین صاحب بھی عصر کی نماز پڑھ کر آچکے تھے۔ جب گھر پہنچے تو تھیلی میں نے ان کے آگے رکھ دی۔ اور کہا کہ: "حضرت یہ اللہ نے ہماری مدد کردی ہے" تو مولانا صاحب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ فرمانے لگے: "یہ آپکو کہاں سے ملی ہے؟" تو میں نے عرض کی کہ: "میں بابِ مجیدی سے باہر آرہا تھا تو رش میں کوئی مجھے پکڑا گیا ہے آپ نے شاید کسی اور کو بھی کہا ہو شاید وہ ہمارے جاننے والے ہی ہوں" اور پھر میں نے عرض کیا کہ: "حضور میں نے دیکھا نہیں اُنہیں—— " تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ: "غلام رسول! آج ناشتے کے بعد کہاں گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ میں سید الشہداء کی خدمت میں گیا تھا اور وہاں عرض

کر کے آیا تھا۔" مولانا صاحب چیخ کر بولے: کہ ارے جن کو عرض کر کے آیا تھا وہ خود ہی تو تمہیں تھیلی پکڑا کر گئے ہیں —— "جب مولانا صاحب نے یہ بات کہی تو میری حالت اتنی غیر ہوگئی کہ کائنات کی اتنی بڑی ہستی مجھے یہ عطیہ دے کر گئی اور میں پہچان نہ سکا۔ میں فوراً ایک دوست کی سائیکل پکڑ کر سید الشہداء کے مزار پر گیا۔ اندھیرا ہو چکا تھا اور میں مزار شریف پر جا کر تقریباً گر گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اونگھ آ گئی اور میں دیکھتا ہوں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نورانی شکل وصورت میں نمودار ہوئے —— تو میں نے عرض کیا کہ:

"حضور! آپ نے اتنا بڑا اکرام فرمایا۔ میں اس قابل کہاں تھا؟"

فرمایا:

"غلام رسول! تم نے ہم سے مدد مانگی تھی کیا ہم تمہاری مدد نہ کرتے؟ جو بھی ہمارے پاس آتا ہے ہم اسے خالی نہیں لوٹاتے۔"[۱]

● —— جب میں ۱۹۹۵ء میں پاکستان واپس آ گیا تو ڈیڑھ دو سال بعد میرے وہاں کے ایک ساتھی عبدالجبار مجھ سے ملنے آئے انہوں نے بتایا کہ مولانا ضیاء الدین مدنی کی وفات ہو چکی ہے اور وہ بھی نماز جنازہ میں شریک ہوا تھا —— عبدالجبار نے بتایا کہ مولانا صاحب کی عین جمعہ کے وقت وفات ہوئی تھی اور میت ظہر سے عصر تک ریاض الجنۃ میں رکھی گئی تھی پھر بعد میں جنت البقیع لے جائی گئی۔[۲]

۱۔ محمد طفیل مدنی بھٹی، الحاج (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۸۷ تا ۸۹

۲۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۳۰۴

باب نمبر ۲

کوئے جاناں کو دل لے چلا

پہلے حج کی سعادت

● ——— ستر سال پہلے جب پہلی دفعہ حج پر آیا پھر قافلے کے ساتھ چودہ پندرہ دن میں مدینے پہنچے تو راستے میں ایک پٹھان ملا۔ آج کل بکریوں کا گوشت جو کہ ستراسی روپے کلو ملتا ہے، وہ کہنے لگا کہ چودہ آنے کو مدینے میں بڑا ستا ہے۔ ایک دو پیسے کے اتنے انڈے آتے ہیں۔" وہ بھی پیدل مدینے کو واپس جا رہا تھا۔[1]

● ——— بچپن ہی میں نماز، روزہ اور عبادات کی طرف طبیعت مائل تھی۔ نعت ذوق وشوق سے سنتے اور اس قدر منہمک ہو جاتے کہ دل بھر آتا آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے۔ کلرکی کرتے کرتے جوانی بیتنے لگی۔ تیس کے پیٹے پر پہنچے تو روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری کی امنگ نے انگڑائی لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک صبح تہجد کے نوافل ادا کرنے کے بعد مصلّے پر بیٹھے درود شریف پڑھ رہے تھے کہ آنکھ لگ گئی اور اسی عالم میں آواز سنائی دی:

"بمبئی پہنچ جاؤ تمہیں اسماعیل مدینے لے جائے گا۔"

خواب ہی خواب میں عرض کیا:

"میں تو اسماعیل کو جانتا تک نہیں ہوں۔"

جواب میں پھر آواز آئی:

"بمبئی پہنچ جاؤ تو تم خود ہی اسے پہچان لو گے۔"

آنکھ کھلی تو دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا، دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اور دیارِ حبیب پر حاضر ہونے کا شوق پہلے سے تیز ہو گیا۔ بمبئی تک پہنچنے کے لئے زادِ راہ نہ تھا۔ والد گرامی سے دو سو روپے طلب کئے جو مل گئے۔ بیٹے کی خواہش کی تکمیل کیلئے باپ نے یہ رقم ادھار دی تھی۔ رختِ سفر باندھا۔ ٹرین پر سوار ہوئے اور سیدھے بمبئی پہنچ گئے اور تمام مسافروں کے ساتھ

۱۔ محمد طفیل مدنی بھٹی (مدینہ منورہ): یادگار گفتگو۔ دسمبر ۱۹۸۵ء (انٹرویو) ص ۴۶

اسٹیشن سے باہر نکل آئے منزل کا کوئی اتا پتا نہ تھا کہ اچانک جوگی رنگ کے کپڑے پہنے لمبی دراز زلفیں شانوں پر بکھری ہوئی تھیں ایک صاحب انہیں ملے یہ "حیرت وارثی" تھے۔ بابا غلام رسول سے فرمانے لگے:

"چلو میرے ساتھ میں تمہیں اسماعیل غزنوی سے ملاتا ہوں۔ جو ہر سال حج کیلئے حجازِ مقدس جاتے ہیں اور اپنے ہمراہ تمیں کے قریب عازمین حج کو بھی لے جاتے ہیں۔" یہ سب کے سب سعودی عرب میں شاہی مہمان تصور ہوتے ہیں۔"

چنانچہ خواب کی تعبیر مل گئی اور مولانا محمد اسماعیل انہیں اپنے ہمراہ حجاز مقدس لے گئے۔ان دنوں بمبئی سے جدہ تک بحری جہاز کا کرایہ ۱۳۲ روپے تھا۔ باباجی کو یہ ٹکٹ رعایتی ۸۲ روپے پر مل گیا۔ یہ ان کا پہلا حج تھا۔

دوسرا حج:

● ——— دوسرے برس پھر جالندھر سے بمبئی کے راستے حج کیلئے جدہ گئے۔ وہاں سے پیدل ہی مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ حج ادا کرنے کے بعد ایک قافلے کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی۔[۱]

اب کی بار شہر نبی میں ایسے آئے کہ پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مدینے پاک ہی کے ہو کر رہ گئے اور قدموں میں واپسی کی طاقت ہی نہ رہی۔ مدینے پاک میں ایک رات سوئے تو مقدر جاگ اٹھا۔ سرورِ کائنات، حبیبِ خدا، آئینۂ جمالِ کبریا، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

پھر محبوب کے قدموں میں:

● ——— باباجی جب وطن واپس پہنچے تو نوکری ختم ہو چکی تھی ان کے اندر کی دنیا بھی بدل چکی

۱۔ اشفاق حسین قریشی، لاہور: "باباجی بلیوں والے"۔ ص ۱۹۰۔۱۹۱

تھی اور عام لوگوں کی طرح زندگی گزارنے میں ان کی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن ان کے والدین اور عزیز رشتے داروں کا کافی دباؤ تھا کہ پہلے ہی دس بارہ سال تک جدائی اور دوری کاٹ چکے ہیں لہذا اب کہیں جانے کا نام نہ لو۔ انہوں نے فوراً باباجی کی شادی کردی تاکہ دنیاداری کے بکھیڑوں میں پڑ کر ایسی لمبی زیارتوں کا آئندہ دھیان بھی نہ آئے —— پھر بچے بھی ہوگئے اور سات آٹھ سال گزر گئے۔ لیکن باباجی کی ایک ہی آرزو تھی۔ کہ کسی طرح دربار مدینہ میں پہنچ جائیں —— جب ان کا چھوٹا بیٹا چھ ماہ کا تھا یعنی ۱۹۳۳ء میں تو بیوی بچوں کو والدین کے حوالے کر کے عازمِ مدینہ ہوئے۔ اور جب سے یہیں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں رہے پھر کبھی آقا کی نگری سے قدم باہر نہ نکالا۔[1]

● —— مدینہ منورہ میں باباجی کی اہلیہ، آپکے بیٹے غلام سرور اور ان کی بیوی ۷۴-۱۹۷۳ء میں عمرے کیلئے آئے۔ تقریباً دو ماہ تک مدینہ منورہ میں رہے۔ ایک صاحب احمد بخش بھٹہ جو باباجی کے چاہنے والوں میں سے تھے۔ باباجی ان کے گھر میں رہتے تھے۔ باباجی رات کو اکثر گھر میں چلے جاتے تھے میں نے عرض کیا اور ان کے بیٹے سے بھی عرض کی کہ آپ اماں جی کو وہاں رکھ لیں۔ باباجی کو ۱۹۶۲ء میں سعودی نیشنلٹی مل چکی تھی اور ہم نے کہا کہ اب آپ سعودی ہوچکے ہیں اماں جی کا اقامہ بنوالیں اور ان کو اپنے پاس رکھ لیں۔ بیٹا اور بہو واپس چلے جائیں گے تو باباجی کہنے لگے مجھے کہاں مشقت میں ڈالتے ہو میں یہ برداشت نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد باباجی نے حضور سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت طلب فرمائی اجازت مل گئی۔ پھر اماں جی وہاں رک گئیں۔ بیٹا اور بہو لاہور آ گئے۔[2]

● —— وہ غلامِ رسول، وہ عاشقِ رسول —— کتنا بلند نصیب تھا ان کا۔ پچاس برس رحمۃ اللعالمین کی دیوار سے لگے بیٹھے رہے۔ کالی کملی والے کے در پر آنے والوں کی خدمت کرتے رہے۔ پچاس سال بے غرضی اور بے لوثی کے ساتھ عام انسانوں کے لئے

۱۔ جاوید علی شاہ، ملتان: ''فیض جاری ہے''۔ ص ۲۳۵

۱۔ محمد طفیل مدنی بھٹی، مدینہ منورہ: ''میرے باباجی حضور''۔ ص ۷۵

دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے رہے۔خود جسمانی تکالیف میں مبتلا رہے لیکن لوگوں و محبت، شفقت تقسیم فرماتے رہے۔[1]

مدینہ منورہ سے بیت المقدس:

● ——— ابھی مدینہ منورہ میں ہی تھے کہ ایک شخص کو خواب میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی دیکھا! کہ کوئی صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو بابا جی غلام رسول کو کچھ عرصہ کیلئے بیت المقدس لے جائیں اور اپنے ہمراہ رکھیں۔" حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثبات میں سرِ مبارک ہلا دیا۔ بابا جی کی آنکھ کھلی تو فرطِ مسرت سے دیوانے ہونے لگے۔محبوبِ کائنات کی زیارت بہت بڑا اعزاز تھا پھر انبیائے کرام کی سرزمین بیت المقدس کی اجازت ملنا بھی بہت بڑی سعادت تھی۔ یہ غیبی اجازت ملنے کے بعد بابا جی مولانا محمد اسماعیل غزنوی کا رقعہ لے کر شیخ المسلمین عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے پاسپورٹ وغیرہ کی تمام پابندیاں ختم کرا دیں۔جن کے نتیجے میں بابا جی مدینہ منورہ سے پیدل روانہ ہو گئے۔ خیبر، تبوک، مدائن سے ہوتے ہوئے بیت المقدس تک پہنچ گئے۔ پھر وہاں معمول بن گیا کہ دن بھر روزہ سے رہتے اور رات کو بیت المقدس میں عبادت کرتے۔ دو وقت کا کھانا لنگر سے مل جاتا۔ تاہم دوسری ضروریات پوری کرنے کیلئے بہت ہی قلیل معاوضے پر بیت الخلاء صاف کرتے۔ پانچ برس اس دیارِ انبیاء کرام میں گزر گئے۔ الخلیل پر حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت یوسف علیہم السلام کے مزارات پر جھاڑو دیتے۔ موقع ملتا تو حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے مقاماتِ مقدسہ پر بھی حاضر ہوتے اور رو رو کر دعائیں کرتے۔ ایک شب پھر خواب میں حضور سیّد عالم، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت پاک نصیب ہوئی۔ حکم ملا کہ اب بیت المقدس سے کوچ کرو اور

1۔ جاوید علی شاہ، ملتان: "فیض جاری ہے"۔ ص ۲۳۵

مدینہ منورہ چلے آؤ۔ حکم کی تعمیل کی اور آپ مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔[1]

● ——— باباجی بیت المقدس سے مدینہ منورہ روانہ ہونے لگے تو حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ علیہم السلام کے مزارات پر حاضر ہوئے دونوں مقامات سے ایک جیسا پیغام ملا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا سلام عرض کر دیں۔ چونکہ وہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم سب نبیوں کے سردار ہیں۔[2]

بیت المقدس سے بغداد شریف:

● ——— فرماتے ہیں کہ پورے بارہ سال بغداد میں رہا جس میں سے چھ سال غوث پاک کے دربار میں گزارے اس کے بعد مجھے حکم ہوا کہ مدینہ طیبہ آ جاؤ۔ میں یہاں آ گیا پھر مجھے حکم ہوا کہ "بیت المقدس چلے جاؤ" ——— وہاں تین چار سال انبیائے کرام کی خدمت میں رہا پھر آواز آئی: "غلام رسول! مدینے آ جاؤ" اور میں یہاں بڑے دربار میں حاضر ہو گیا۔ اب یہاں مجھے پینتالیس سال ہو گئے ہیں۔[3]

بغداد شریف سے پھر مدینہ منورہ:

● ——— بیت المقدس کی زیارتوں کے بعد جب باباجی بغداد شریف گئے اور اپنا قیام سیدنا غوث اعظم کے دربار میں رکھا تھا۔ جب قیام کئے کچھ عرصہ گزر گیا تو ایک رات باباجی حضرت غوث اعظم کے مزار کے دروازے کے باہر جہاں تالا لگا ہوا تھا ——— یہ باباجی کے الفاظ ہیں:

> "مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک سنائی دی آپ فرما رہے تھے: کہ غلام رسول کو مدینے شریف بھیجو، یہ آواز دوسرے دن پھر تیسرے دن جب سنائی دی تو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

۱۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور): باباجی بلیوں والے۔ ص ۱۹۱، ۱۹۲

۲۔ ایضاً: ص ۱۹۵

۳۔ منیر الاسلام حسنی، سید (لاہور): باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۳۲۷

نانا جان گستاخی نہ سمجھیں آپ غلام رسول کے مدینے واپس جانے پر کیوں اصرار کر رہے ہیں ـــــ تو آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پھر مدینے میں میرے مسکینوں کا لنگر کون تقسیم کرے گا ـــــ اس پر حضرت غوث اعظم نے باباجی سے کہا: اب تم واپس مدینے چلے جاؤ۔[1]

کرم فرمائی میرے حضور کی:

● ـــــ باباجی کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت محبت اور عشق تھا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مدینے کے حالات سے کچھ متاثر ہو کر میں نے قصد کیا کہ مکہ شریف چلا جاؤں خواب میں اشارہ ہوا کہ "غلام رسول! ہمیں چھوڑ کر کیسے جاتے ہو، یہیں رہو۔" اس کے بعد مستقل طور پر یہیں رہائش اختیار کر لی اور صبر و شکر کے ساتھ دن گزارے۔[2]

● ـــــ پہلے لوگوں نے آپ کا باہر بیٹھنا بند کرا دیا کہ لوگ ملنے والے بہت آتے ہیں تو آپ اندر اصحابِ صفّہ کے چبوترے پر بیٹھنے لگے بعد میں یہاں سے بھی لوگوں نے ہٹوا دیا تو آپ صوفی احمد بخش بھٹہ کے پاس حارہ شرقیہ چلے گئے۔ جب وہاں بھی سکون نہ مل سکا تو پھر آخری وقت میں اپنی رباط میں تشریف لے گئے۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کا بیان کرتے تھے۔[3]

۱۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیارے۔ ص ۹۳

۲۔ حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۱۲

۳۔ ایضاً: ص ۱۱۳

باب نمبر ۳

بڑے کرم کی بارشیں

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● ——— بہت پرانی بات ہے کہ رمضان شریف میں مدینے پاک میں آ کیا گیا ہوا تھا تو باب جبریل پر باباجی بھی افطاری کیا کرتے تھے۔ ان کا صفرا وہاں الگ لگتا تھا۔ دستر خوان لگا ہوا تھا ابھی افطاری میں تقریباً بیس منٹ باقی تھے۔ اچانک موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ بہت سارے حضرات نے دیکھا ہو گا کہ جہاں پر باب جبریل کی کھڑکی کے اوپر پر بنے ہوئے ہیں۔ گنبد خضراء کا وہاں سے پانی کا پرنالہ نیچے گرتا ہے۔ تو اس پرنالے پر سے پانی گرنا شروع ہوا۔ باباجی فوراً دستر خوان چھوڑ کر وہاں بھاگ گئے اور نیچے نہانا اور وضو کرنا شروع کر دیا میں بھی آپ کے پاس آ گیا اور بہت سارے لوگ بھی آ گئے۔ باباجی خوشی کے ساتھ جھومتے بھی جاتے اور پانی کے چلّو بھر کر میرے اوپر اور لوگوں پر ڈالتے جاتے۔ میں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی نیچے نہانا شروع کر دیا۔ سارے کپڑے بھیگ گئے حتیٰ کہ روزہ بھی اسی حالت میں افطار ہوا اور مغرب کی نماز بھی اسی حالت میں ادا کی۔ فرمانے لگے:

"یہ زندگی میں تیسری بار ایسا ہوا ہے کہ رمضان المبارک میں بارش ہوئی ہے اور ہم نہائے ہیں۔"

ان کی خوشی کی انتہا نہ تھی وہ بہت خوش تھے۔[1]

● ——— باباجی غلام رسول بظاہر ایک عام سے انسان تھے ایک سادہ اور بہت ہی سادہ انسان۔ لیکن ان کے دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے سبب شہر رسول سے وابستگی رکھنے والی ہر شے سے انہیں بے پناہ پیار تھا۔[2]

● ——— خطوط لکھ کر ان کو ڈاکخانے میں ڈالنا۔ لیٹر پیڈ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی

۱۔ محمد طفیل مدنی بھٹی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۸۲،۸۳

۲۔ محبوب الرسول قادری، ملک (لاہور): عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص ۲۰۵

تصاویر والے آپ بہت پسند فرماتے تھے اور مجھے ہمیشہ فرماتے کہ بیٹا تصویروں والے لیٹر پیڈ لانا اور ٹکٹ بھی مجھ سے منگواتے تھے میں خط لکھتا جاتا اور آپ اس پر اپنے ہاتھ سے ٹکٹ لگا کر رکھتے جاتے تھے۔[1]

● —— باباجی کی باتوں میں بہت ساری باتیں ہوتی تھیں —— ان کی باتوں میں ارشادِ باری تعالیٰ اور احادیث مبارکہ کے اثرات نمایاں تھے۔ باباجی عام سے انداز میں خاص باتیں کیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں تو غلامِ رسول ہوں۔ یعنی حضور پاک کا نوکر ہوں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر نوکر اپنے آقا کی باتیں کرتا ہے۔ اپنے آقا کی ہر چیز سے اور اس کے لوگوں سے پیار کرتا ہے۔[2]

● —— تم کو پتہ ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں سے کیسے پیار کرتے تھے:

★ کبھی ان کو کاندھوں پر بٹھاتے،

★ کبھی گود میں اٹھا لیتے،

★ کبھی ان کو اچھالتے،

★ کبھی ان کے گال تھپتھپاتے،

★ کبھی ان کے رخسار چومتے،

★ کبھی سینے سے لگاتے،

★ اور کبھی ان کو سونگھتے، اور فرماتے:

"مجھے ان سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔"

اس بیان کے ساتھ باباجی اتنے مسرور ہوئے کہ خوشی کے مارے رونے لگے اور چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا —— کیسی محبت تھی ان کو رسولِ پاک اور ان کے نواسوں سے ——

۱۔ مقصود حسین قادری (کراچی) باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۹

۲۔ محمد نعیم (کراچی) وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۳۰

اور کیسی زندہ معلومات تھیں ان کی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے بارے میں جیسے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو ——— باباجی اس حال میں تھے کہ چہرہ دمک رہا تھا آنسو جاری تھے آنکھیں بند تھیں لیکن خوشی اور سرشاری کی کیفیت طاری تھی۔ داڑھی آنسوؤں سے بھیگ رہی تھی۔ فرمایا: ''ایک صحابی کا نام ہے ابوخزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کو میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی تو انہوں نے آپ کے چہرۂ انور کو چوما تھا مگر ویسے ہی یعنی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی کو چوما تھا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! سبحان اللہ! ———![1]

● ——— جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس زمانے کے امراء وسردار حاضر ہوتے تو بہت خوشی سے، بہت عقیدت سے جلدی جلدی اپنی سواریوں سے اترتے اور آگے بڑھ بڑھ کر میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے کبھی پاؤں مبارک کو چومتے اور اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر پھیرتے۔ میرے آقا تو سرورِ کونین ہیں، خیر البشر ہیں، سارے عالموں کے رب اور اس کے فرشتے ان پر درود وسلام بھیجتے ہیں ——— تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بلکہ تمام اولیائے کرام کا یہی چلن رہا ہے کہ میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک وجود سے جو بھی شے مس ہوئی ہے، وہ اس کو عقیدت، عزت اور محبت سے چومتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو مہرِ نبوت کو چوما تھا قبا میں ——— بلکہ اذان میں میرے آقا کا نام مبارک سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا۔[2]

۱۔ اظہر قریشی (لاہور): باباجی پر عنایت خاص۔ ص ۲۸۱

۲۔ ایضاً: ص ۲۸۲

● ——— باباجی کے چہرے پر مسرت تھی اور آنکھیں کہیں اور دیکھ رہی تھیں فرمایا:
"یہ جو مقامِ ملتزم ہے خانہ کعبہ میں تو یہ کس مقام سے ملا ہوا ہے ———
پیارے آقا نے مقامِ ملتزم کے ساتھ چمٹ کر دعا فرمائی ——— ہے نا اس
میں کوئی بات! ۱"

اَدب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● ——— ہمارے حضرت صاحب کے صاحبزادے جلیل الرحمٰن صاحب نے ایک ایمان افروز بات بتائی جو تحریر کرتا ہوں۔ جلیل صاحب نے بتایا یہ ۸۳۔۱۹۸۲ء کی بات ہے کہ میں باباجی کو ملنے ان کی رہائش گاہ پر گیا۔ میں ان کے پاس تقریباً پندرہ بیس منٹ بیٹھا اس دوران باباجی کوئی دو تین مرتبہ رفع حاجت کیلئے غسل خانے میں گئے تو مجھے بہت احساس ہوا میں نے باباجی سے عرض کیا کہ باباجی آپ اتنی مشقت کرتے ہیں آپ کیوں نہ کوئی برتن رکھ لیں اور نماز کے وقت اس کو صاف کروالیا کریں۔ جلیل صاحب کہتے ہیں کہ باباجی نے مجھے جواب دیا کہ بات بتانے کی نہیں ہے لیکن آپ کو بتا دیتا ہوں آپ ہمارے بزرگوں کے صاحبزادے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں اس کمرے میں ایسی حرکت نہیں کرسکتا کیونکہ آقا ومولیٰ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے غلاموں کے پاس عیادت کیلئے آتے ہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو کیا میں امتی کہلانے کے لائق ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں بار بار غسل خانے میں جاتا ہوں ۱

● ——— ہم نے یہ بھی دیکھا کہ باباجی آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے، ہر حال میں اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ دربار رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف پشت نہ ہو۔ بہت ادب، بہت لحاظ، بہت احترام ۲

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۸۶، ۸۷

۲۔ سلیم مغل (رحیم یار خاں): میں نے زندہ ولی دیکھا۔ ص ۱۷۷

● ——— مجھے باباجی حضور ہمیشہ ایک ہی دعا دیتے تھے:

''اللہ تعالیٰ تمہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر پاک میں ادب کے ساتھ رہنا نصیب کرے اور مدینہ پاک میں موت نصیب کرے۔آمین!''[۱]

● ——— ایک بار فرمایا: میں تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔غلام تو اپنے آقا کی خدمت ہی میں ہوتا ہے، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔''[۲]

● ——— شیخ صبور احمد محمودی صاحب بتاتے تھے:۔

''کہ باباجی غلام رسول ادباً باب جبریل کے سامنے بیٹھے رہتے تھے وہاں بلیوں کو پنیر ڈالتے رہتے دودھ اس لئے نہیں ڈالتے کہ فرش خراب نہ ہو کہ وہ ادب کے خلاف ہے۔[۳]

قرب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● ——— حضور باباجی کو وہ قرب حاصل تھا کہ ہر بات جو بھی منوانی ہوتی تھی یا کرانی ہوتی تھی ——— آپ فرماتے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عرض کریں گے۔ پھر دوسرے روز جواب باصواب عطا فرماتے تھے۔یعنی ہر بات سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں جب تک کہ فنافی الرسول کا مقام حاصل نہ ہو۔حضور باباجی دراصل مقام فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔واصل باللہ تھے وہ ولی کامل اور منظور نظر دربار رسالتمآب تھے۔جو چاہتے تھے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے اور حاصل کر لیتے تھے۔

● ——— باباجی غلام رسول نے یہ تبرک دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ کا نام لے کر

۱۔مقصود حسین قادری (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ص ۲۰۱

۲۔عبدالشکور صاحب،الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ص ۳۱۳

۳۔بروایت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، کراچی

روزانہ ایک کھجور اس میں سے مریضہ کو کھلائیں۔ باباجی نے یہ پیغام بھی دیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مریضہ ٹھیک ہو جائے گی، اللہ کے کرم سے۔[1]

● ——— باباجی خود کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام کہتے تھے اور فرماتے تھے:

''میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنے در پر رہنے دیا ہے۔ اس سے بڑا مقام اعلیٰ اور کون سا در ہے پوری کائنات میں''۔[2]

● ——— آنے والوں میں سے ایک پاکستانی سے میں نے معلوم کیا کہ یہ صاحب کون ہیں، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ رسولِ پاک کے لاڈلے باباجی غلام رسول ہیں۔ اور چالیس سال سے ہر وقت اسی دربارِ عالیہ کے اندر اور اس کے آس پاس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں میں بہت اثر رکھا ہے۔[3]

● ——— ایک بار مولانا (بدر عالم) نے مجھ سے (باباغلام رسول کو) کہا کہ ''سرکار کے ساتھ معاملات میں میرا اور آپ کا فرق ہے'' ——— میں بہت حیران ہوا ——— تو بولے کہ'' میں عرض کر سکتا ہوں اور آپ کو تو جواب بھی مل سکتا ہے۔ آپ میرے واسطے کوئی دعا فرمائیں۔''[4]

دربارِ رسالت میں پذیرائی:

● ——— باباجی حضرت غلام رسول جالندھری ایک باکمال شخصیت اور قلندر صفت ولی گزرے ہیں، ان کا اصل منصب عشقِ رسول ہے۔ اس صدی کا طویل عرصہ انہوں نے

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۱۵

نوٹ:۔ اس لڑکی کو چھاتی کا کینسر ہو گیا تھا، اس کا کیس اتنا بگڑ گیا تھا کہ ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج قرار دے کر گھر بھیج دیا تھا۔ چنانچہ باباجی سے رجوع کیا گیا۔

۲۔ سلیم مغل (رحیم یار خاں): میں نے زندہ ولی دیکھا۔ ص ۱۷۲

۳۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۲۹۱

۴۔ ایضاً: ص ۳۰۲

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ اقدس کی چوکھٹ پر شب وروز مسلسل حاضری کی صورت میں گزارا۔ نصیبوں کی بات ہے جسے چاہے جیسے چاہے نواز دے۔[1]

● ——— باباجی ہر بات میں:

★ ''حضور پاک کی برکت سے،

★ سرکار کی دعاؤں سے، اور

★ میرے آقا کی نظر ہو جائے گی''

جیسے الفاظ ہر ایک ملنے جلنے والے سے کہتے رہتے تھے۔ لوگ ہر وقت باباجی کو گھیرے رہتے، اور فیض کا یہ دریا دعاؤں کی صورت میں بہتا رہتا۔ بہت سی صورتوں میں باباجی فرماتے:

''حضور پاک کی خدمت میں عرض کروں گا''

کبھی کبھی فرماتے:

''جیسے حضور پاک فرمائیں گے ویسا آپ کو بتادوں گا''[2] (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روضۂ ابراھیم علیہ السلام کی جاروب کشی

● ——— یہ دور بھی آگیا کہ باباجی حرمِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں جھاڑو دینے اور کوڑا کرکٹ اٹھا کر باہر پھینکنے پر مامور ہو گئے۔ تیس ریال ماہانہ معاوضہ تھا۔ وہ یہ کام جوانوں سے زیادہ بڑھ کر زیادہ ہمت اور مستعدی سے کرتے۔[3]

● ——— پھر جب مدینے کے لوگ رات کو سو جاتے تو باباجی یہی ریڑھی لے کر حرمِ نبوی سے اکٹھا کیا گیا کوڑا کرکٹ اٹھاتے اور دور باہر جا کر پھینک آتے۔ میں نے کئی بار باباجی

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۲

۲۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو عاشق دعا تھے۔ ص ۲۹۶

۳۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۳

کو آدھی رات کے وقت بابِ جبریل کے سامنے جنت البقیع کی طرف جانے والی گلی میں اپنی ریڑھی لئے پھرتے اور گندگی اٹھاتے دیکھا۔ اس گلی میں ان لوگوں کے مکانات ہیں جن کے آباء و اجداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خدام تھے۔ باباجی اس گلی کو صاف ستھرا رکھنا بھی اپنی بڑی سعادت سمجھتے تھے۔[1]

● ——— باباجی بیان فرماتے ہیں کہ: روضۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پانچ سال میں نے جھاڑو کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو خادم تھے میں ان کی دکانوں کی راکھی کیا کرتا تھا اور جو پیسے مجھے ملتے تھے ان کے خادم کو پیش کر دیا کرتا تھا۔[2]

لنگر کی خدمت:

● ——— باباجی جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دربارِ نبوی پر ملازم ہو گئے۔ تنخواہ ملتی تھی۔ اس کے علاوہ لنگر پکایا کرتے تھے وہاں سے بھی کچھ معاوضہ مل جایا کرتا تھا۔ بعد میں لوگوں کے دروازے جاتے اور بچے کھچے کھانے میں سے ہڈیاں بوٹیاں چن کر لے آتے۔ کم پڑتے تو اپنے پاس سے رقم ملا کر بلیوں کے لنگر کیلئے چھیچھڑے اور گوشت لے آتے۔ روزانہ غریبوں اور زائرین کیلئے بھی لنگر الگ سے بنوایا جاتا تھا۔ لوگ چندے اور عطیات دینے لگے تو یہ کام آسان ہو گیا۔[3]

● ——— جو کچھ آنے والے نذر کرتے ہیں وہ اس رقم کا ہڈی اور گوشت خرید لیتے ہیں۔ انسانوں کیلئے بھی لنگر بناتے ہیں اور مدینے پاک کی بلیوں کیلئے بھی۔[4]

بلیوں اور کبوتروں کی خدمت:

● ——— باباجی کو بلیوں کا بہت شوق تھا ان کے واسطے خود مارکیٹ جا کر گوشت

۱۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۳۔۱۹۴

۱۔ محمد طفیل مدنی بھٹی: یادگار گفتگو دسمبر ۱۹۸۵ء۔ انٹرویو۔ ص ۶۲

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۵

۳۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۰۷

لاتے اور اپنے ہاتھ سے عصر کے بعد کھلاتے تھے۔اس کے علاوہ کبوتروں کو ہر ماہ منوں دانہ ڈلواتے تھے۔نابینا لوگوں کو ہر ماہ پہلی تاریخ کو پچاس ریال فی کس رقم لفافے میں رکھ کر بھیج دیتے تھے۔میں نے خود گنا تو چالیس لفافے ہر ماہ جاتے تھے۔علاوہ ازیں رباطوں میں، بیواؤں، یتیموں، مسکینوں کا بھی خیال رکھتے تھے اور حتی الامکان ان کی مدد کرتے رہتے تھے۔[1]

● ——— وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی میں شہر نور کی بلیوں کو گوشت ڈالتے اور ان کی نگہداشت کرتے۔کبوتروں کو دانہ دنکا ڈالتے۔[2]

● ——— حلیہ تو مجذوبوں جیسا لگتا تھا لیکن عملی طور پر مجذوب ہرگز نہیں تھے۔پابندیٔ اوقات کے ساتھ نماز، تلاوتِ کلام پاک نوافل کی ادائیگی، روزے، بلیوں کی خوراک، کبوتروں کو دانہ، زائرین کیلئے لنگر، بلیوں کیلئے پنیر۔[3]

● ——— آخری عمر میں اس خاکسار کو بلیوں کی خدمت کے واسطے کہا تو حتی الامکان خدمت کر رہا ہوں۔ابھی بھی تقریباً چالیس بلیاں ہیں۔رات کو دو بجے دروازے پر آجاتی ہیں۔آج کل گوشت کی مارکیٹ شہر سے تقریباً پانچ میل دور چلی گئی ہے۔بکری یا گائے کا گوشت نہیں مل رہا ہے۔بہر حال برازیل اور فرانس کی صحت مند مرغیوں کا گوشت بلیوں کو پیش کرتا ہوں اور وہ سب خوشی سے کھا جاتی ہیں۔تہجد کے وقت گوشت دھو کر ان کو ڈال دیتا ہوں پھر کھا کر اپنے مقام پر چلی جاتی ہیں کوئی بھوکی ہو تو عصر کو آجاتی ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی خدمت جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!''[4]

بلیوں کی خدمت:

باباجی فرماتے ہیں: ایک روز میرے دفتر میں ایک بلی آگئی۔بلی تو کسی بھی دکان،

۱۔حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ص ۱۰۹
۲۔حفیظ تائب صاحب (لاہور): پیشوائی۔ص ۱۷
۳۔جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ص ۲۵۸
۴۔حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ص ۱۱۱

مکان یا دفتر میں آسکتی ہے کوئی خاص بات بالکل نہیں تھی ، سب اپنا اپنا کام کر رہے تھے میں بھی کام کر رہا تھا ـــــ لیکن میں نے دیکھا وہ تو سفید بلی تھی پھر براؤن کیسے ہوگئی ـــــ پھر اس کی شکل بھی بدل گئی پھر رنگ بھی بدل گیا۔ اب جو غور کیا تو پتہ چلا کہ جناب وہ ایک بلی نہیں تھی بلکہ ایک قطار تھی بلیوں کی ـــــ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری آتی جاتی تھی ـــــ اور پھر میں نے دیکھا کہ یہ قطار تو مدینہ منورہ سے میرے دفتر تک ہے جبکہ میں مدینہ منورہ کبھی نہیں گیا تھا ـــــ بہت حیرانی ہوئی ، ساتھ والے سے بھی کہا کہ باؤ جی! یہ بلیوں کی قطار دیکھ رہے ہو ـــــ وہ بولا کونسی قطار؟ ـــــ بس ایک سفید بلی ہے بلکہ کالی سفید بلی ہے ملی جلی جو سامنے ٹیبل کے نیچے کھڑی ہے غلام رسول! یہ معصوم جانور ہے ـــــ میں خاموش رہ گیا لیکن میں نے یہ دیکھا تھا وہ سب عجیب و غریب تھا۔[1]

● ـــــ باباجی فرماتے ہیں: میرے سرکار نے ایک بار خواب میں حکم فرمایا کہ مدینہ طیبہ کی بلیوں کا خیال رکھو ـــــ میرے لئے کافی تھا میرے آقا کا حکم ـــــ بلیوں کے لئے چھیچھڑے گوشت خرید لیتا۔ میں نے خاکی تھیلے کینوس کے بنوائے تھے اس کام کے لئے۔ گلے میں دونوں تھیلے دونوں طرف ڈال کر ان میں چھیچھڑے اور گوشت بھر لیتا اور شہر کی گلیوں میں گزرتا جاتا۔ بلیاں میرے آنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاتی تھیں ان کو میرے آنے کا وقت معلوم ہو جاتا تھا۔ میں تھیلوں سے گوشت اور چھیچھڑے نکال نکال کر ان کو ڈالتا جاتا تھا اور چلتا جاتا تھا ـــــ پھر میں بوڑھا ہو گیا تو ایک چھوٹی سی ریڑھی خرید لی ـــــ اس کے بعد جب ٹانگ خراب ہوگئی تو ایک بندہ اجرت پر رکھ لیا۔ جو میری مدد کرنے لگا ـــــ اب تو بہت مشکل ہے چلنا پھرنا۔ جب سے ان گلیوں میں جانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ بلیاں خود ہی ڈھونڈ ڈھونڈ کر میرے پاس آنے لگی ہیں۔ وہ خود آ کر اپنا حصہ لے جاتی ہیں۔ مجھے اچھا لگتا ہے کہ وہ اب بھی مجھے اس قابل سمجھتی ہیں اور مجھ سے بہت مانوس ہیں۔[2]

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان) : فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۴

۲۔ مقصود حسین ، حاجی (لاہور) : باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں۔ ص ۲۶۹

● ـــــــ پھر ایک بار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں حکم دیا کہ: ''مدینہ منورہ کی بلیوں کی خوراک بھی فراہم کرو۔'' اس حکم کی تعمیل میں باباجی خاکی کینوس کے تھیلے گلے میں ڈال کر گلیوں میں گھومتے جاتے اور ان تھیلوں سے گوشت اور چھیچھڑے نکال نکال کر بلیوں کو ڈال دیتے۔ مدینہ منورہ کی بلیاں بھی باباجی سے اس قدر مانوس ہوگئی تھیں۔ وہ باباجی کی آمد سے قبل ہی راستے پر جمع ہو جاتی تھیں۔ اور اپنی خوراک حاصل کرتیں۔ باباجی کو کوئی بلی بیمار نظر آتی تو اسے اٹھا کر اپنی اقامت گاہ لے آتے اس کا علاج کرتے اسے بہتر خوراک فراہم کرتے اور جونہی وہ صحت یاب ہوتی اسے اسی علاقے میں چھوڑ آتے جہاں سے اٹھا کر لائے تھے۔ جب کینوس کے تھیلوں کا بوجھ بڑھنے لگا اور ضعیفی نے بھی آ گھیرا تو ایک چھوٹی سی ریڑھی خرید لی اور اس پر گوشت اور چھیچھڑے ڈالتے اور مدینے پاک کی گلیوں میں جا کر بلیوں کو خوراک فراہم کرتے۔[1]

● ـــــــ باباجی کی بلیاں دیکھیں، بلیوں کا مہمان خانہ دیکھا کوئی چھیچھڑے کھا رہی ہے، کوئی دودھ پی رہی ہے۔ صبح کو خبز (خمیری روٹی) دودھ میں بھگو کر انہیں ناشتہ کرایا جاتا تھا۔ بلیاں آتیں اور کھا کر چلی جاتی تھیں۔ بارہ بجے قصاب خانے سے گوشت لا کر انہیں ڈالا جاتا تھا۔ معمارِ حرمِ پاک مستری نور محمد بتاتے تھے کہ باباجی صاحب وینگی[2] کے دونوں طرف گوشت بھر لیتے تھے اور چلتے جاتے تھے بلیوں کو پتہ ہوتا تھا کہ فلاں وقت باباصاحب آئیں گے۔ وہ راستے میں کھڑی ہوتی تھیں کچھ بلیاں تو باباجی کو دیکھتے ہی چھتوں سے چھلانگ لگا دیا کرتی تھیں۔[3]

۱۔ اشفاق حسین قریشی، لاہور: باباجی بلیوں والے رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۳

۲۔ کراچی اور اندرون سندھ لوگ مال کی باربرداری کے لیے اپنے شانوں پر ایک مخصوص شکل کا بہنگرا استعمال کرتے ہیں۔ یہ مضبوط موٹی لکڑی سے بنا ہوتا ہے جو کہ شانوں کے اوپر سے ہوتے ہوئے دونوں پہلوؤں کے متوازی ہوتا ہے۔ اس میں لوہے کے موٹے ہک ہوتے ہیں، جن میں کنستر، مال وغیرہ سے بھر کر لٹکائے جاتے ہیں ـــــ مقصود

۳۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم، لاہور: باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۸۴

● ——جب تنہا بیٹھے ہوتے تو بلیاں ان کے اوپر چڑھ رہی ہوتیں اور ان کی جیبیں الٹ پلٹ کر پنیر کے پیکٹ نکال رہی ہوتیں تو اس وقت کے باباجی بہت دلچسپ اور خوشگوار ہوتے ہے۔۱

● ——باباجی غلام رسول نے بھی مدینے کے کتوں اور بلیوں کو گوشت کھلانے کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔ وہ شام کو اپنے کھانے کے بعد گلی کوچوں میں نکل جاتے۔ مدینے کے لوگ اپنا بچا کھچا کھانا عموماً دروازے کے قریب پھینک دیتے ہیں۔ وہ اس میں گوشت، ہڈیاں اور چھیچھڑے چنتے اور انہیں جمع کر کے مختلف مقامات پر کتوں اور بلیوں کو لے جا کر کھلاتے۔ اس شہر کے کتے اور بلیاں ان سے اتنے مانوس ہو گئے تھے کہ وہ مقررہ وقت پر جمع ہو جاتے اور باباجی غلام رسول کی آمد کا انتظار کرتے۔ اگر مطلوبہ مقدار میں گوشت نہ ملتا تو باباجی اپنی جیب سے گوشت خریدتے اور شہرِ رسول کے کتے اور بلیوں کو بھوکا نہ سونے دیتے۔ اب سے چند سال قبل وہ ایک ہاتھ گاڑی میں گوشت لئے جا رہے تھے کہ کسی ٹیکسی نے ٹکر ماری گاڑی کا آہنی فریم ان کے گھٹنوں سے ٹکرایا اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ اس حالت میں بھی انہوں نے گھسٹ گھسٹ کر اپنی اس خدمت کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب کبر سنی اور جسم کی ناتوانی نے بالکل ہی ڈھیر کر دیا تو وہ صاحب فراش ہو گئے۔۲

● ——بلیوں کیلئے باباجی کی خدمت کا عالم دیکھ کر مجھے اس بات پر بہت حیرانی ہوتی تھی کہ کبھی باباجی وہاں کبوتروں کو دانہ نہیں ڈالتے تھے میں نے رسمی طور پر پوچھا تو فرمانے لگے: کہ کبوتر حرم پاک میں دانہ کھاتے ہوئے چلتے پھرتے بیٹھ بھی کر دیتے ہیں۔۳

● ——باباجی کی بلیاں بھی دیکھیں، بڑی محبت والی، بڑی تمیز والی اور ان بلیوں کیلئے باباجی کی شفقت و محبت بھی عجیب تھی۔ دل میں خیال آیا کہ جب باباجی مدینے شریف کی ان

۱۔ جاوید علی شاہ، ملتان: فیض جاری ہے۔ ص ۲۴۲

۲۔ محمد صلاح الدین (کراچی): مدینہ منورہ کی ایک یادگار شخصیت، ص ۳۱

۳۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم (لاہور): باباجی غلام رسول علیہ الرحمہ، ص ۱۸۵

بلیوں کیلئے اتنے ہمدرد اور شفیق ہیں تو وہ ہمارے لئے کتنے محبت کرنے والے اور شفیق ہوں گے۔ [1]

● ——انہوں نے بلیاں پالی تھیں۔ پچاس سال تک بلیوں کی خدمت کی تھی۔ مدینہ منورہ کی بلیوں کے ساتھ اتنا پیار——ان کو خوراک فراہم کرنا——ان کی صحت کا خیال رکھنا——ان کی دیکھ بھال کرنا۔ ان بلیوں نے انہیں کیا دینا تھا، اسی نے سب کچھ کرنا تھا ان بلیوں کیلئے——حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے امتی نے لاکھوں افراد سے پیار کیا۔ ان لوگوں نے بھی اسے کیا دینا تھا اسی نے دینا تھا کہ ان کی ہمت بڑھائی، ان کے زخموں پر مرہم رکھا، ان کے دکھوں میں ان کے ساتھ رویا، ان کو اللہ کی راہ دکھائی۔ ان کے ساتھ گڑگڑا کر رب تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ [2]

۱۔ اظہر قریشی، (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایتِ خاص۔ ص ۲۷۵

۲۔ ایضاً: ص ۲۷۷۔۲۷۸

باب نمبر ۴

باباجی کی شخصیت

عبادات:

باباجی فرماتے ہیں:

● ——— ''میری عادت تھی۔ چودہ سال کی عمر سے ہی نماز اور تہجد قضا نہیں ہوئی۔[1]

● ——— میں نے روزے بہت چھوٹی عمر سے ہی لگاتار رکھنے شروع کر دیئے تھے الحمد للہ! اس ربِ کریم کے کرم سے تیرہ سال ان کو افطاری کرواتا رہا، مگر انہوں نے اپنا عرصہ تریپن سال مدینے شریف کے قیام میں صرف بیماری کے چند سال آخری عمر میں روزے رکھنے بند کر دیئے تھے۔ سال میں تین دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ عیدین پر اور شعبان کی آخری تاریخ کو۔ تاکہ شعبان اور رمضان کا فرق ہو جائے۔ ویسے بھی اس دن روزہ رکھنا منع ہے۔[2]

● ——— ہم دو ماہ سترہ دن مدینہ منورہ میں رہے۔ تقریباً بلا ناغہ باباصاحب سے ملاقات رہتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ باباجی تمام فارغ وقت میں تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے، مجھے بہت اچھے لگتے تھے۔[3]

● ——— آپ کو پیشاب کی تکلیف کی وجہ سے پیشاب بار بار آتا تھا اور آپ بار بار باتھ روم تشریف لے جاتے اور ہر بار تازہ وضو فرما کر دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے اور پھر درود شریف پڑھنے لگ جاتے۔[4]

● ——— میرے ایک عزیز دوست سجاد الرحمٰن صاحب جو کہ تقریباً دس برس سے دیارِ حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم میں قیام پذیر ہیں اور نہایت عبادت گزار اور متقی انسان ہیں۔ انہوں نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ باباجی اتنے مضبوط جسم کے مالک ہیں کہ رمضان المبارک میں تراویح میں کئی حضرات کا وضو ٹوٹ جاتا مگر باباجی ساری ساری رات جماعت سے تراویح

۱۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیارے۔ ص ۹۱

۲۔ ایضاً: ص ۹۹

۳۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم (لاہور): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۸۵

۴۔ مقصود حسین قادری، حاجی (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۲۰۰

اور دیگر عبادات میں مشغول رہتے۔ مجال ہے، کہ ان کا وضو ٹوٹ جائے۔ میں نے ان کے پائے کا عبادت گزار نہیں دیکھا۔[۱]

● ——— باباجی کی شخصیت کو بیان کرنا مشکل ہے:

★ جب وہ ادائیگی نفل اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہوتے تو کچھ اور ہی لگتے،

★ جب لوگوں سے مل جل رہے ہوتے تو کچھ اور ہوتے،

★ جب مسئلے مسائل سن کر لوگوں کیلئے دعا کر رہے ہوتے تو کچھ اور ہوتے،

★ جب خاموش بیٹھے کچھ سوچ رہے ہوتے تو عجیب ہی منظر ہوتا،

★ جب آنکھیں بند کیے، سر جھکائے بیٹھے ہوتے تو کچھ اور ہی معلوم ہوتے۔[۲]

● ——— انہیں ہمیشہ تلاوت قرآن یا نوافل میں مصروف دیکھا گیا۔[۳]

● ——— باباجی نماز کے پابند تھے اور نفلی عبادت میں لگے رہتے تھے۔ اکثر تلاوت قرآن پاک کرتے نظر آتے اور عام طور پر روزے کی حالت میں رہتے۔[۴]

روشن ضمیری:

● ——— ایک بار باباجی نے خود بتایا تھا کہ خود بخود اندر اندر فلم چلتی رہتی ہے کہ فلاں جگہ ایسا ہو رہا ہے اور فلاں جگہ یہ واقعہ ہونے والا ہے۔ فلاں بندے کے ساتھ یہ واقعہ ہو چکا ہے اور فلاں کے ساتھ یہ ہونے والا ہے ——— انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اندر کی واردات بیان کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ماسوائے کسی کی مدد کرنے کے۔[۵]

۱۔ مقصود حسین قادری، حاجی (کراچی):

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۴۲

۳۔ محمد صلاح الدین (کراچی): مدینہ منورہ کی یادگار شخصیت۔ ص ۳۱

۴۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۰۰۔ ۳۰۱

۵۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۲

مستجاب الدعوات:

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی نقشبندی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

● ـــــ ایک مرتبہ جب فتنۂ قادیانیت فروغ پا رہا تھا۔ تو میں نے اپنے ایک دوست چودھری فتح محمد بٹالوی کے ذریعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام چٹھی لکھی کہ ''مشکلات ہیں، رکاوٹیں ہیں آپ توجہ فرمائیں تاکہ رکاوٹیں دور ہوں۔'' چودھری فتح محمد صاحب نے مدینے پاک میں مقیم بزرگ بابا جی غلام رسول سے بات کی تو انہوں نے فرمایا:

''میں نیازی کو جانتا ہوں، وہ طرّے والا نیازی، میں نے اسے پچھلے سال دیکھا تھا، میں رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کروں گا۔ صبح پوچھ لینا۔''

اس پر چودھری صاحب نے دوسرے روز پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''اس کو لکھ دو کہ رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔''

اور واقعی اس کے بعد ہماری مشکلات دور ہو گئیں۔ ہمارے تین دوستوں نے عالمی دورے کا بندوبست کیا، نوے ہزار روپے جمع ہو گئے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صاحب، علامہ شاہ فرید الحق اور خاکسار (مولانا عبدالستار خاں نیازی) دورے پر گئے۔[1]

جنات کی حاضری:

محترم محمد طفیل مدنی بھٹی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

● ـــــ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں اپنے اہل وعیال سمیت مدینہ منورہ پہنچا۔ تو راستے میں باباجی کیلئے کچھ خاص قسم کا کھانا خرید لیا جو وہ بڑے شوق سے کھایا کرتے تھے۔ جب ان کے پاس گھر پہنچے، کھانا وغیرہ کھایا ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں۔ پھر مجھے فرمانے لگے کہ:

''طفیل میاں! بیوی بچوں کو جا کر ہوٹل میں چھوڑ آؤ اور خود آ کر میرے پاس رہنا۔''

میں نے عرض کی:

۱۔ عبدالستار خاں نیازی، مولانا، لاہور: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر نفاذ شریعت کی جدوجہد کا آغاز۔ ص ۴۰۔۴۱

''باباجی ایسا کیوں؟ جبکہ یہاں جگہ ہے میں آپ کے پاس سو جاؤں گا جبکہ بچے دوسرے کمرے میں اماں جی کے پاس سو جائیں گے۔''

فرمانے لگے:

''میاں! بات یہ نہیں ہے۔ یہاں پر جنات گھومتے رہتے ہیں تو بچوں نے کہیں پاخانہ وغیرہ کر دیا تو وہ ناراض ہو کر بچوں کو تنگ نہ کریں، وہ تو مجھے بھی تنگ کرتے ہیں کہ اس نے گھر کیوں بنایا ہے۔ یہاں پر مسجد بنائے ——

تو میں نے کہا:

''نہیں، یہاں میرا گھر ہی بنے گا۔''

میں نے کہا کہ:

''اگر دوبارہ تنگ کیا تو سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بتا دوں گا تو وہ ڈر جاتے ہیں اور بھاگ جاتے ہیں۔''[1]

عاداتِ جمیلہ:

● —— پابندیٔ اوقات کے ساتھ نماز، تلاوت قرآن پاک، نوافل کی ادائیگی، روزے، بلیوں کی خوراک، کبوتروں کا دانہ، زائرین کیلئے لنگر، بلیوں کیلئے پنیر، زائرین کیلئے تبرکات، دربار نبوی کی صفائی اور خدمت، لوگوں کیلئے دعائیں کرنا، سوالوں کے جواب دینا —— یہ سب کچھ اتنی ذمہ داری اور پابندی اور معیاری انداز میں کرتے تھے کہ ان کو کسی بھی طرح مجذوب قرار نہیں دیا جا سکتا تھا نہ وہ دنیادار تھے، اور نہ ہی مجذوب —— اور شاید ایک ولی کی یہی پہلی نشانی ہے کہ ایسی ہستیوں کو عقل اور غیب کے تصادم کے درمیان ایک توازن قائم رکھنا پڑتا ہے۔[2]

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۸۱

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۸

● ——— بظاہر وہ ایک کمزور سے انسان تھے لیکن وہ اتنے مضبوط اور عظیم انسان تھے کہ لاکھوں انسانوں کو ان کی ذات سے فیض پہنچا ——— اس پورے عمل کے دوران انہوں نے اپنے جسم، اپنے لباس، اپنے حلیے ہی کو کیا، اپنے خاندان اور اپنی اولاد تک کو بلاوجہ کی نام ونمود اور سستی شہرت سے محفوظ رکھا اور انہیں کوئی ناجائز فائدہ نہ پہنچایا اور انہیں حق حلال، محنت مزدوری کی روٹی کمانے کی راہ پر چلنے دیا۔[1]

● ——— اور سب سے بڑی بات یہ تھی ان کے ہاں کسی قسم کی تفرقہ بازی اور فرقہ پسندی دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔ ان کا عقیدہ اہلِ سنت وجماعت کا تھا لیکن دوسرے بھی اگر ان کے پاس چلے جاتے تو وہ ان کو عزت واحترام اور شفقت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

"ہیں تو سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے امتی آگے یہ جانیں اور سرکار جانیں میں تو غلام ہوں جی سرکار کا" ———

اسی طرح تمام صوفیانہ سلسلوں کا احترام کرتے تھے اور ہر سلسلہ طریقت کے لوگ باباجی کے پاس پوری عقیدت واحترام کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے۔[2]

● ——— اس کا اخلاق، اس کا سلوک، اس کے الفاظ، اس کے اندر کا عالم، لاکھوں کروڑوں انسانوں سے بہتر اور افضل تھا۔ وہ بے لوث انسان جس نے اپنی ساری زندگی انسانوں کی خبر گیری میں گزار دی تھی۔ کسی سے کوئی اجر، کوئی صلہ نہیں لیا تھا، کوئی دستارِ فضیلت نہیں پہنی تھی، کوئی سلسلۂ طریقت جاری نہیں کیا تھا بلکہ پریشان حال اور دکھی انسانیت کو اللہ اور اس کے رسول کی راہ بتا تا رہا تھا۔ اس کا اپنا وجود عمر کے ساتھ گھلتا چلا گیا تھا لیکن اس کی شخصیت، اس کی حیثیت اور اس کا مقام بڑوں بڑوں سے بھی بڑا ہو چکا تھا۔[3]

● ——— جو کچھ آنے والے نذر کرتے ہیں وہ اس رقم کا ہڈی گوشت خرید لیتے ہیں۔ انسانوں کیلئے بھی لنگر بناتے ہیں اور مدینے پاک کی بلیوں کیلئے بھی۔ کہیں سے بھی اور

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۶۱

۲۔ ایضاً: ص ۲۶۱۔۲۶۲

۳۔ اظہر قریشی (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایت خاص۔ ص ۲۷۷

کسی بھی طرح کوئی بزرگ اور باباوغیرہ دکھائی نہیں پڑتے بلکہ عام انسان ـــــــ لیکن جیسے جیسے ان کی زندگی اور اعمال پر سے پردے اٹھاتے جاؤان کی دعا کی کرامتیں جمع کرتے جاؤان پر غیبی کرم کا ثبوت ملتا چلا جاتا ہے ـــــــ عام سے حلیے میں ایک بڑی ہستی جو زندۂ جاوید مدینے پاک میں موجود ہے اور ''غلام رسول'' ہے ـــــــ دربارِ رسول پاک سے بالکل قریب دربار کا خادم اور ہر طرح زائرین کے درمیان چلنے پھرنے والا درویش جو اپنا فیض دعاؤں کی شکل میں بانٹ رہا ہے۔[1]

● ـــــــ یا تو سب ان کے لئے عام سے لوگ تھے کہ وہ کسی کے رعب میں نہیں آتے تھے اور نہ ہی کسی پر رعب جماتے تھے، یا پھر سبھی لوگ، ان کے لئے خاص لوگ تھے اور وہ سب کو ایک ہی انداز میں خصوصی سلوک دیا کرتے تھے ـــــــ آنے والوں میں ہر ملک کے اور ہر زبان، ہر طبقے اور ہر سطح کے لوگ شامل ہوا کرتے تھے لیکن باباجی کا سلوک سب کے ساتھ یکساں ہوتا تھا۔ بار بار دُہراتے:

''غلام رسول، غلامِ رسول یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام''[2] ـــــــ

● ـــــــ باباجی دیکھنے میں بہت نرم، شفیق اور عام سے دکھائی دیتے تھے۔ عبادت، ریاضت اور نہ جانے کیا کیا کر رکھا تھا کہ صحت بالکل برباد نظر آتی تھی لیکن صبح سے رات گئے تک وہ جتنے کام کیا کرتے تھے اور جس طرح کی ان کی مصروفیات ہوتی تھیں۔ دس مضبوط صحتمند نوجوان بھی مل کر نہیں کر سکتے تھے ـــــــ یہ لوگ اور یہی شخصیت اور پاور والے ہوتے ہیں لیکن نظر کچھ اور آتے ہیں۔[3]

● ـــــــ داڑھی بھی مولوی اور پیروں والی نہ تھی بلکہ عام لوگوں کی طرح جیسے کبھی خط بنوایا ہوگا۔ پھر بڑھتی چلی گئی ہوگی ـــــــ اور بال بھی کم تھے۔ اور انداز ایسا تھا جیسے ان کو خیال

ا۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۰۷

۲۔ ایضاً: ص ۳۱۰، ۳۱۱ ۔ ۳۔ ایضاً: ص ۳۱۱

بھی نہ ہو کہ وہ داڑھی والے ہیں ـــــ ان کو اس بات کا بالکل فخر نہیں تھا کہ وہ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں اور عبادت و ریاضت اور مجاہدے کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو کسی بھی لحاظ سے خاص آدمی خیال نہیں کرتے تھے۔ ان کا فرمانا تھا کہ عبادت تو کرنی پڑے گی، جب رب ہے تو اس کو ماننا پڑے گا ـــــ اگر اس کے بندے ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا اور سر جھکانا پڑے گا۔[۱]

● ـــــ باباجی کسی بھی زاویے سے پرسکون شخص دکھائی نہیں دیتے تھے بلکہ پہلی نظر میں ایسا لگتا تھا جیسے اندر ہی اندر بہت مصروف ہوں اور کسی خیال یا عمل میں کھوئے ہوئے ہوں اور اوپری طور پر آنے والے لوگوں کے ساتھ مصروف ہوں ـــــ بعد میں ایک بار باباجی نے خود بھی بتایا تھا کہ خود بخود فلم چلتی رہتی ہے اندر ہی اندر کہ فلاں جگہ ایسا ہو رہا ہے اور فلاں جگہ یہ واقعہ ہونے والا ہے۔ فلاں بندے کے ساتھ یہ واقعہ ہو چکا ہے، اور فلاں کے ساتھ ہونے والا ہے انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اندر کی واردات بتانے کی اجازت نہیں ہوتی۔[۲]

● ـــــ ہر آنے والے کو نرم انداز میں ملتے، ان کے چہرے پر عجیب سی معصومیت اور نرماہٹ ویسے بھی ہر وقت موجود رہتی تھی ـــــ ان کو ناراض ہوتے، غصہ کرتے اور تھکن کا اظہار کرتے میں نے کبھی نہیں دیکھا ـــــ اپنا کام خود کرنے کے عادی تھے۔ بالکل گھریلو انداز میں باتیں کرتے تھے۔[۳]

● ـــــ میں الحمدللہ! اُس ربِّ کریم کے کرم سے ان کو افطاری کراتا رہا مگر انہوں نے اپنے عرصۂ ترپن سال مدینہ شریف کے قیام میں بیماری کے چند سال آخری عمر میں روزے رکھنے بند کر دیے تھے۔ سال میں تین دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ عیدین پر اور شعبان کی آخری تاریخ کو تاکہ شعبان اور رمضان شریف کا فرق ہو جائے۔ ویسے بھی اس دن روزہ

۱۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۲

۲۔ ایضاً: ۳۱۲ ۳۔ ایضاً: ۳۱۳

رکھنا منع ہے۔ یہ تین دن جب ان کا روزہ نہیں ہوتا تھا۔ میں دوپہر کو گوشت کے شوربے میں خمیری روٹی بھگو کر لے جاتا ہم دونوں اکٹھے کھاتے تھے۔ بابا جی کھاتے بھی جاتے تھے اور ہنستے بھی جاتے تھے کہ آج کھانا کھاتے ہوئے دوپہر کو کتنا عجیب سا لگتا ہے۔[۱]

● ——— بابا جی جو خادمِ رسول، عاشقِ رسول، غلامِ رسول تھے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر فرد سے شفقت فرماتے اور نوازش فرماتے، خواہ کوئی غریب ہو، مزدور ہو، کوئی صدر ہو یا وزیر ہو، کوئی افسر یا بیوپاری ہو ——— وہ تو سب کے تھے۔ علماء، فقراء، پیرانِ طریقت اور سجادگان کو اہمیت دیتے تھے اور سب کی عزت افزائی فرماتے۔ کبھی کسی کو بہتر اور کسی کو کمتر قرار نہیں دیا بلکہ فرماتے تھے:

"سب کا رسول ایک ہی ہے، سب ایک ہی پھلواری کے پھول ہیں اور میں تو غلامِ رسول ہوں۔ میرے لئے سب کا ادب اور احترام لازم ہے۔"[۲]

● ——— میں نے اس قسم کا پیر، فقیر کبھی نہ دیکھا اور نہ پڑھا سنا ——— بابا جی اللہ سے، اللہ کے رسول سے، اللہ کے بندوں سے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے اور پرندوں سے، جانوروں تک سے پیار کرتے تھے اور ان کا پیار صرف جذبہ نہیں تھا بلکہ مسلسل عمل کا نام تھا، وہ اسی عمل کو زندگی قرار دیتے تھے۔[۳]

سراپا سادگی:

● ——— مجھے اس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ جس ہستی کی اتنی دھوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہے، اسکی دعائیں قبول ہوتی ہیں ——— وہ ہستی وہی، بابا غلام رسول صاحب، اتنے سادہ ——— اتنے عاجز ——— اتنے فقیرانہ۔[۴]

۱۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے۔ ص ۹۹

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۳

۳۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۳۰۴

۴۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۳۱

● ـــــ لیکن باباجی کہیں سے بھی بزرگ اور ولی، درویش فقیر نظر نہیں آتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی مزدور، محنت کش آدمی ہے۔ عام سے انداز اور عام سے لباس میں ـــــ بہت سادگی، بہت عاجزی اور انکساری کے ساتھ۔[۱]

● ـــــ ایک شام زائرین میں سے ایک صاحب نے گزارش کی کہ وہ باباجی کا مرید ہونا چاہتا ہے۔ باباجی نے مسکرا کر فرمایا کہ:

''میں پیر صاحب نہیں ہوں۔ میں تو بس اپنے آقا کا غلام ہوں۔ مرید بننے کیلئے کسی مرشد کی تلاش کرو، جس سے دل بندھ جائے۔''[۲]

● ـــــ باباجی سے مل کر یہی محسوس ہوتا تھا جیسے کسی کو بہت قیمتی چیز آسانی سے مل جائے۔ باباجی بڑے ولی درویش انسان تھے لیکن عام انسانوں کی آسان رسائی میں تھے۔ ایک عام آدمی ان تک آسانی سے پہنچ سکتا تھا۔ ان سے ملو، ان سے باتیں کرو، ان سے پوچھو، ان سے سیکھو، ان سے دعائیں لو اور تبرکات بھی اور لنگر بھی کھاؤ۔ ان سے دکھ سکھ بھی کرلو، ان سے تسلیاں بھی حاصل کرلو، وہ حوصلہ افزائی بھی کریں گے، دعائیں بھی دیں گے، پیار بھی کریں گے اور حضور پاک علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت میں آپ کا مسئلہ پیش کرنے کا وعدہ بھی کریں گے۔ اور اگلے روز فرمائیں گے کہ ٹھیک ہوجائے گا۔[۳]

● ـــــ مضبوط وجود، خوبصورت رنگ وروپ، لمبا سفید کرتا اور سفید دھوتی، جالندھر انداز کی سر پر پگ، جس پر سفید موتی لگے ہوئے اور داڑھی مبارک بھری ہوئی، چہرے پر مقدس تاثرات اور شفقت بھری مسکراہٹ، آنکھوں میں رت جگوں کی سرخی اور مضبوط ہاتھوں کی انگلیوں سے نکلنے والی نیلی آسمانی روشنی۔[۴]

۱۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۱۹

۲۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں۔ ص ۲۷۳

۳۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۲۲۹

۴۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۰

● ——— باباجی کی سادگی میں بھی وقار ہوتا تھا۔ بولتے تو الفاظ ان کی شخصیت اور مزاج کی گواہی ہوتے۔ ان کے کمزور وجود میں بہت مضبوط عشقِ رسول تھا۔ صحت ٹھیک ہی تھی لیکن حادثے کی وجہ سے تھوڑی سا ٹانگ باہر نکلی ہوئی تھی۔ اس لئے آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ پاجامہ اور کرتا پہنتے تھے۔ چھوٹے پائنچے، نیفے اور آسن والا پاجامہ ——— چہرے پر عجیب سا اطمینان اور ٹھہراؤ ہوتا تھا اور طبیعت میں بہت سکون ظاہر ہوتا تھا جیسے ڈھیر ساری نعمتوں سے مالا مال ہوں۔[۱]

عاجزی وانکساری:

● ——— ایک صاحب نے باباجی کے سامنے باباجی کی بہت ہی تعریف کی۔ اپنی تعریف سن کر باباجی کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن مسکراہٹ بدستور موجود تھی، فرمایا:

"میں تو کچھ بھی نہیں جی! جو کچھ ہے میرے سرکار کی برکت ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ——— اس طرح کی باتیں کر کے آپ میرا دماغ خراب نہ کرو۔"

ایسی ٹوٹی ٹانگ والا، ایسا پھٹے پاجامے والا، ایسا کمزور وجود، ایسی پھٹی جیب والا، ایسی بھونڈی شکل والا کیسے ویوداس بن سکتا ہے ——— یہ سارا کھیل تو ہے سبز گنبد والے کا اور سارا کام ہے نیلی چھتری والے کا میں تو بس تماشائی ہوں ——— اور گواہ ہوں اس کی رحمتوں کا۔[۲]

● ——— ایک صاحب نے کہا: "باباجی آپ اللہ کے ولی ہو آپ پر اللہ مہربان ہے" مسکرانے لگے، فرمایا: اوئے! میں اتنا کمزور تے معذور انسان ولی کس طرح ہو سکتا ہے۔ ولیوں کی یہ شکل ہوتی ہے بھلا۔ ولیوں کی بڑی شان ہوتی ہے، ولیوں کا بڑا مقام ہوتا ہے، ان کا بڑا کام ہوتا ہے۔[۳]

۱۔ منیر الاسلام حسنی، سید (لاہور): باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ، ص ۳۲۹

۲۔ اظہار الحق (کراچی): میں پھر ولیوں کو ماننے لگا، ص ۱۳۴

۳۔ سلیم مغل (رحیم یار خاں): میں نے زندہ ولی دیکھا، ص ۱۶۶

امانت داری اور دیانت داری:

● ——— میری عادت تھی کہ جب بھی باباجی کے پاس جاتا ان کو دودھ کیلئے دوسو ریال دیتا تو باباجی فرماتے کہ میں سو ریال رکھتا ہوں سو ریال باباجی کی بلیوں کے واسطے وقف کر دو۔[1]

● ——— جب میں شروع میں آیا ۱۹۶۸ء میں۔ باب مجیدی سے سڑک پار کر کے ڈاکخانے کے عین پیچھے حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کے گھر سے چند قدم آگے رباطِ نجار میں ان کا ایک بہت چھوٹا سا کمرہ تھا جو کاٹھ کباڑ سے بھرا ہوا تھا۔ یہ وہ سامان تھا جو کچھ لوگ مدینے شریف میں حج اور عمرے کے بعد برکت کیلئے کوئی چیز چھوڑ جاتے تھے۔ کمرہ منہ تک بھرا ہوا تھا۔ میں نے اور جالندھر کے ہمسائے عبدالحکیم صاحب نے صاف کیا تو اس میں جو سامان تھا اسکی تفصیل کچھ اس طرح ہے: برتن اور کپڑے، اور سروں کے بال۔ یہ سامان تھا جس میں سے کچھ پر تاریخ لکھی تھی یعنی ۱۹۳۰ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک۔[2]

● ——— ایمانداری کا یہ عالم تھا کہ بلیوں کے لیے ملنے والے عطیات میں سے ایک سکہ بھی لنگر کے عطیات میں شامل نہیں ہوتا تھا۔[3]

● ——— انہوں نے اپنے جسم، اپنے لباس، اپنے حلیے کو کیا اپنے خاندان اور اپنی اولاد تک کو بلاوجہ کی نام ونمود اور سستی شہرت سے محفوظ رکھا اور انہیں کوئی ناجائز فائدہ نہ پہنچایا اور انہیں حق حلال اور محنت مزدوری کی روٹی کمانے کی راہ پر چلنے دیا۔[4]

● ——— باباجی عام طور پر رجسٹر میں اندراج کرا کے رقم کی وصولی دیا کرتے تھے۔[5]

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۸۳

۲۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول پاک کے پیارے۔ ص ۹۰

۳۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۶

۴۔ ایضاً: ص ۲۶۱

۵۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں۔ ص ۲۷۰

عفوودرگزر:

● ـــــ باباجی کے پیچھے ان کی جان کے دشمن لگ گئے تھے،لیکن انہوں نے کبھی اس کی پرواہ نہ کی۔محمد طفیل مدنی صاحب کے نام خط میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔[1]

خلوص:

● ـــــ باباجی فرماتے تھے کہ جو کام ذاتی طور پر کرتے ہواس کا دوسروں سے ذکر نہ کیا کرواور نہ ہی کسی پر اپنے اچھے کام اور نیکیوں کوظاہر کرو۔ان کاموں کا اجرتم نے اللہ اور اس کے محبوب سے لینا ہے یا اپنے آس پاس عام لوگوں سے ـــــ لوگوں کو بتا کراور دکھا کر کی جانے والی نیکی اوراچھے کام اللہ کے ہاں بے اجر ہو جاتے ہیں۔[2]

بے نیازی وخودداری:

● ـــــ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ڈاکٹر محمد حسین کے ہاتھ چارسو ریال باباجی کو نذرانہ بھیجا تو باباجی تہجد کے وقت میرے گھر پہنچ گئے کہ انہوں نے یہ رقم کیوں بھیجی ہم کوئی گدا نہیں ہیں۔اللہ کریم ہمارارازق ہے۔ہم تو سرکار کے در کے سوالی ہیں۔یہ رقم ان کو واپس کردیں ـــــ میں نے عرض کیا حضرت وہ تو اسلام آباد (پاکستان) چلے گئے ان کو خط لکھتے ہیں کہ انہوں نے کس مطلب سے یہ رقم بھیجی ہے تو پھر اسلام آباد جنرل صاحب کوعریضہ ارسال کیا جواب ملا کہ آپ کی مرضی ہے جس مد میں چاہیں خرچ کرلیں۔[3]

● ـــــ ہم نے دو ماہ سترہ دن تک قیامِ مدینہ منورہ میں دیکھا کہ باباصاحب ہر قسم کی لالچ سے پاک شخصیت تھے انہوں نے ایسا کوئی ماحول ہی نہیں رکھا تھا کہ ان کو پیسے دیئے جاتے ان کی خود اپنی زندگی دوسروں کیلئے وقف تھی۔دربارِرسول کی خدمت،تلاوت قرآن مجید،لوگوں سے ملاقات،دعا کرنا،لنگر کی تیاری اور بلیوں کی خدمت۔اسی میں ان کا سارادن

۱۔محمد طفیل بھٹی۔مدینہ منورہ

۲۔محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ص ۲۳۱

۳۔حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ص ۱۰۹

ساری رات ہی کیا پوری عمر گزرتی جارہی تھی۔[1]

● ——ایک روز باباجی حضور مجھ سے فرمانے لگے کہ" بیٹا مقصود! صوفی اللہ بخش بھٹہ صاحب مجھ سے کہتے ہیں کہ صدر ضیاء الحق سے میری سفارش کرا کر مجھے تابعہ (نیشنلٹی) دلوا دو اس طرح مجھے بھی ویزے نکلوانے میں آسانی ہوگی۔" مگر باباجی نے فرمایا" بھٹہ صاحب کو میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ میں یہ کام نہیں کرسکتا، اگر آپ نے مجھے اپنے گھر میں اس مقصد کیلئے رکھا ہوا ہے تو میں آج ہی آپکے گھر سے چلا جاتا ہوں تو پھر بھٹہ صاحب خاموش ہوگئے۔[2]

حسن سلوک اور مہمان نوازی:

● ——باباجی کے پاس مہمان اکثر آتے رہتے تھے۔ آپ پیپسی کا ڈبہ اپنے ہاتھ سے کھول کر عطا فرماتے تھے اور ان سے خیریت معلوم کرتے اور ان کی ہر طرح دلجوئی فرماتے، جاتے ہوئے ان کو ٹوپی، تسبیح اور کھجوروں کا پیکٹ ضرور عطا فرماتے۔[3]

● ——میرے دوست شیخ صبور احمد صاحب فرماتے تھے، میں باباجی سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو مجھے بھی بہت سی ٹوپیاں، تسبیحیں اور کھجوریں عنایت فرمائیں۔[4]

● ——جب کوئی مہمان آپ سے ملنے کیلئے آتا تو آپ فرماتے:" مدینے کے کتے کے پاس حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان تشریف لائے ہیں۔"[5]

● ——ہر آنے والے کو نرم انداز میں ملتے ان کے چہرے پر عجیب سی معصومیت و نرماہٹ ویسے بھی ہر وقت موجود رہتی تھی۔ ان کو ناراض ہوتے، غصہ کرتے اور تھکن کا اظہار کرتے میں نے کبھی نہیں دیکھا اپنا کام خود کرنے کے عادی تھے، بالکل گھریلو انداز میں باتیں کرتے تھے۔[6]

۱۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم (لاہور): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۸۷

۲۔ مقصود حسین قادری (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۲۰۰

۳۔ ایضاً: ص ۱۹۹

۴۔ صبور احمد، شیخ (کراچی): (بروایت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب)

۵۔ مقصود حسین قادری (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۲۰۰

۶۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۳

● ——شارع مسجد اجابہ پر رباط مکی ہے۔اس رباط کے خادم صوفی محمد اسلم صاحب کے پاس اکثر باباجی مجھے بھیجتے اور فرماتے کہ:

''بیٹا صوفی اسلم کے پاس جاؤ۔میں نے ان سے مدینہ پاک کی اعلیٰ کھجوریں منگوائی ہیں وہ تمہیں کھجوروں کا ایک تھیلہ دیں گے وہ تم اٹھا کر لے آؤ''

چنانچہ میں حکم کی تعمیل کرتا اور کھجوریں لینے صوفی اسلم صاحب کے پاس پہنچ جاتا۔وہ مجھ کو فرماتے کہ:

''باباجی ہمیشہ تازہ کھجوریں مجھ سے منگواتے ہیں''

میں ان سے وہ کھجوریں لے کر جب باباجی کے پاس آتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور میرے ساتھ کھجوروں کے پیکٹ بنا بنا کر رکھتے جاتے۔میں عرض کرتا میں پیکٹ بنالوں گا مگر آپ فرماتے کہ بیٹا مجھے یہ کام کرنے میں بہت سکون ملتا ہے۔[1]

● ——ایک خاص بات باباجی میں یہ بھی دیکھی تھی جس سے ایک بار مل لیتے اس کو کبھی بھولتے نہیں تھے۔لاکھوں سے زیادہ افراد حج اور عمرے کے موقع پر باباجی سے مل چکے تھے اور باباجی نے سب کو یاد رکھا ہوا تھا۔اگر ان میں سے کوئی دو چار یا دس بارہ سال بعد بھی دوبارہ حج یا عمرے کو آجاتا تو باباجی اس کو پہچان لیتے اور اس سے برسوں پہلے کے اسی مسئلے کے بارے میں پوچھ کر بات شروع کرتے۔اگر بندہ خوش ہو کر اس کام کے ہو جانے یا پریشانی دور ہو جانے کی خوشخبری دیتا تو فرماتے یہ سب میرے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعاؤں کی برکت سے ہوتا ہے۔[2]

● ——ایک بار حقوق العباد کے حوالے سے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے پر نظر رکھتا ہے کیونکہ ہر بندے کو دنیا بھر کے تمام انسانوں، مخلوقات، علاقوں اور اشیاء کے سلوک کی ذمہ داری دے کر بھیجا جاتا ہے جو اس کی زندگی کے دوران اس سے رابطے میں آجائیں گے اور

۱۔مقصود حسین قادری، کراچی

۲۔جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ص ۲۵۶

مرنے کے بعد جواب بھی اس سے لیا جائے گا کہ اس نے وہ سلوک والی ذمے داری کس طرح پوری کی۔ یہی وہ ذمہ داری ہے جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب قرار دیا[۱]

● ـــــ ماشاء اللہ۔ تبارک اللہ۔ یادداشت کا سو سال کی عمر میں یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص کسی ساتھی کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنا اور اپنے ساتھی کا نام بتاتے ہوئے تعارف کرایا اور ان دو اشخاص میں سے اگر ایک آدمی کئی سال کے بعد باباجی کو ملنے گیا تو فوراً پوچھتے تھے تمہارے فلاں نام کے دوست کا کیا حال ہے؟ ـــــ [۲]

● ـــــ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سب کو یاد رکھنا اور رورو کر ان کے لئے دعائیں بھی کرنا۔ ان کے ساتھ بھی اور ان کے بعد بھی ـــــ برسوں یاد رکھنا اور آنے جانے والے کے ذریعے دور دور ملکوں تک کھجوریں، ٹوپیاں، تسبیح، جائے نمازیں، تحفہ اور دعا کے طور پر بھجواتے رہنا۔ کیونکہ ایک بار مل جانے والے لوگ انہیں بلیوں سے زیادہ عزیز ہو جاتے تھے[۳]

غیر مسلموں سے حُسنِ سلوک:

● ـــــ ایک نوجوان نے پوچھا: باباجی ہمارے ملک میں غیر مسلم بھی رہتے ہیں تو ان کے ساتھ کیسے تعلقات رکھے جائیں، فرمایا: غیر مسلم بھی تو انسان ہیں جی! ـــــ ان کے ساتھ انسانی حقوق کا رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔ بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، قیدی کو رہائی دلانا، بیمار کی عیادت کرنا، یہ سب انسانی اخلاق ہیں ـــــ انسانی اخلاق کو قائم رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے اور رسول پاک رحمۃ للعالمین ہیں۔ غیر مسلم پڑوسی کو پڑوس کے پورے حقوق حاصل ہیں۔[۴]

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۹

۲۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول پاک کے پیارے۔ ص ۹۷

۳۔ اظہر قریشی (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایت خاص۔ ص ۲۷۸

۴۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۵

احسان مندی:

● ـــــ ایک دن باباجی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں والدِ بزرگوار کو حج کرانا چاہتا ہوں اور نیکیوں کا عوضانہ پیش کرنے کی تمنا رکھتا ہوں جو میرے والد نے عمر بھر مجھ سے کی ہیں ـــــ جمعۃ المبارک کے دن جواب ملا۔ باباجی فرماتے ہیں کہ: ''مجھے یہ ایک طرح سے اجازت ملی تھی۔ چنانچہ میرے والد بزرگوار نے حج اکبر ادا کیا۔ اس روز جمعۃ المبارک تھا۔ تمام اخراجات کے کفیل باباجی تھے۔ باباجی نے والد بزرگوار سے بقیہ زندگی مدینہ منورہ میں گزارنے کی استدعا کی لیکن انہوں نے بعض مجبوریوں کا تذکرہ کیا اور واپس جالندھر چلے گئے۔ قیامِ پاکستان کے وقت ۱۹۴۷ء میں سکھوں نے انہیں شہید کر دیا۔ۓ

جذبۂ خدمت خلق:

● ـــــ تبرک کے طور پر آپ کے پاس ہزاروں ریال مہمان حضرات دے کر جاتے تھے۔ مگر آپ میرے ہاتھ سے یتیموں، بیواؤں، مسکینوں اور ضرورتمندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ۲

● ـــــ میں ان کے مزار پر حاضر ہوا اور وہاں موصل میں بیت المقدس میں اور بھی انبیائے کرام کے مزارات ہیں۔ میں وہاں دکانوں کی راکھی کرتا تھا اور جو پیسے ملتے تھے وہیں لوگوں میں خرچ کر دیتا تھا۔ زیارت کیلئے آنے والے جب بیت الخلاء میں جاتے پیچھے ان کا سامان غائب بھی ہو جاتا تھا۔ میں نے بیت الخلاء میں جب ان کے سامان کی دیکھ بھال کا کام شروع کیا تو ہمیشہ زیادہ پیسے ملتے تھے۔ میں کسی ضرورت مند کو کپڑے، کسی کو سامان، اور کسی کو کچھ لے کر دے دیتا تھا اور کہتا میرے واسطے دعا کیا کرو۔ ۳

۱۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور): باباجی بالیوں والے۔ ص ۱۹۶

۲۔ مقصود حسین قادری۔ کراچی: ''باباجی غلام رسول علیہ الرحمہ، ص ۱۹۸، ۱۹۹

۳۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۷

● ـــــــ باباجی کی اہلیہ بہت سخت مزاج تھیں۔ باباجی سے بات بات پر ناراض ہوتی تھیں اور بعض اوقات تو ترش بات بھی کہہ جاتیں۔ مگر آپ ہمیشہ ہنس کر ٹال دیتے تھے۔ اور بہت پیار اور نرمی سے ان کو سمجھاتے۔ وہ مجھے کہتیں: ”دیکھو بیٹا اتنے ریال آتے ہیں مگر یہ مجھے کچھ نہیں دیتے تو باباجی حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ”اے نیک بخت! یہ مدینے پاک کے یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کا مال ہے اس میں سے میں تجھے کچھ نہیں دے سکتا، تو مجھ سے مت لڑا کر۔ ۱

● ـــــــ باباجی نے فرمایا کہ کتنی رقم ہے، بتایا، تو فرمایا اتنی رقم ان کو دے دیں، اتنی ان کو دے دیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ وہاں شور پڑ گیا تھا۔ ”باباجی آ گئے، باباجی آ گئے۔“ گویا باباجی وہاں اس طرح آتے رہتے تھے اور رقوم تقسیم کرایا کرتے تھے۔ دینے والا اپنے ہاتھوں سے دے اور اپنے اطمینان سے دے۔ ضعیف خواتین میں بھی رقم تقسیم کرائی اور ان کی تعریف فرمائی کہ ”یہ مانگنے والیاں نہیں ہیں۔ یہ بہت شریف لوگ ہیں لیکن غریب اور ضرورت مند ہیں۔“ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ضرورتمندوں کا ہجوم تھا لیکن جنہیں رقم نہیں ملی تھی وہ بھی بہت ادب کے ساتھ پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ تین چار گلیوں سے گزرنے کے بعد جب رقم ختم ہو گئی تو بھی کچھ دور ساتھ لئے چلتے رہے۔ ۲

وسعت قلبی:

● ـــــــ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور عشقِ رسول کی خوشبوئیں یقین کے موسم کی طرح ہمیشہ طاری رہتی تھیں ـــــــ وہ فرقہ واریت کے خلاف تھے۔ وہ انسان سے نفرت کی بجائے ان کے ساتھ درگزر اور رحم کرنے کے سلوک کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ وہ مالی فائدوں سے زیادہ انسانی فائدوں کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہر انسان کو دنیا میں اس کے معاشرے میں اس کے گھر میں اللہ تعالیٰ نے جو حیثیت اور اہمیت عطا فرمائی ہے۔

۱۔ بروایت مقصود حسین قادری (کراچی)

۲۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۵

انسان اس منصب کو پوری دیانتداری اور بھرپور انداز میں نبھائے۔تاکہ اس کو روحانی خوشی حاصل ہو۔اس کے لواحقین بھی اس کو عزت واحترام دیں۔معاشرہ بھی اس کو اہمیت دے اور دنیا بھی اس کے ہونے کے تعریف کرتے۔باباجی فرماتے تھے کہ زندگی کو شکر اور خوشی کا وظیفہ بناؤ۔ایک آدمی نے پوچھا۔کیسے باباجی؟ فرمایا:

''کیسے؟حضور پاک کو سمجھو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ عایہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو۔لیکن نقل کرنے اور پیروی کرنے میں فرق ہوتا ہے۔حضور پاک کی سیرت تو قرآن پاک کا عملی نمونہ ہے جتنا زیادہ کرسکو گے اتنا زیادہ شکر اور خوشی سے مالا مال ہو جاؤ گے۔[۱]

● ——ایک بار ایک ہندوستانی مسلمان آیا اور باباجی سے عقیدتمندی کرنے لگا کہ آپ ہمارے ملک کے ہیں—— ہم چند پاکستانی بھی بیٹھے تھے۔باباجی کے رشتے دار لاہور میں رہتے ہیں اور ہمارا عقیدہ تھا کہ باباجی ہمارے ہیں لیکن باباجی نے جو جواب دیا اس نے ہمیں حیران کردیا فرمایا:

''بھولے بادشاہ! ہم تو اس دنیا کے بھی سگے نہیں جہاں پیدا کئے گئے ہیں اور ساری حیات گزاردی۔ادھر سے بھی آگے جانا ہے،تو پھر ہندوستانی، پاکستانی ہونے کا کیا سوچیں؟—— سوچنا یہ چاہئیے کہ اللہ کے کتنے بندوں کی خدمت کرسکے اور کتنوں سے دعائیں لیں۔[۲]

سخاوت:

آپ حددرجہ سخی تھے۔ایک بار ایک عقیدتمند آگیا۔اسکی ٹانگ میں سخت درد تھا۔یہ سردیوں کے دن تھے۔آپ نے اس کی ٹانگ پر دم فرمایا اور اس سے کہا بازار سے گرم پاجامہ

۱۔منیر الاسلام حسنی، سید (لاہور): باباجی سرکار علیہ الرحمہ،ص ۳۲۵

۲۔محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ص ۲۲۷، ۲۲۸

خرید کر پہن لوتا کہ ٹانگوں کو ہوا نہ لگے۔ اس نے کہا بابا جی! میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا تم باہر جاؤ، اور مجھے فرمایا کہ بیٹا تم بھی ذرا باہر چلے جاؤ۔ ہم باہر آ گئے۔ دو منٹ بعد ہی بابا جی نے ہمیں آواز دے کر اندر بلا لیا اور فرمایا: کہ بیٹا میں نے یہ اپنا پاجامہ اتار دیا ہے اس کو ابھی پہن لو تا کہ تمہاری ٹانگوں کو ہوا نہ لگے، چنانچہ اس کو اپنے کمرے میں ہی پاجامہ پہنا دیا پھر اس کو ٹوپی، تسبیح اور کھجوریں دے کر رخصت فرمایا۔ ۱

● ـــــ ایک صاحب نے سخاوت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ''جو اللہ کے نام پر خرچ کرتا ہے اور کسی کی مدد کرتا ہے وہ سخی ہے اور سخی تو اللہ کا دوست ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سخاوت تو اللہ کو قرض دینے کا نام ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو ڈبل کر کے لوٹاتا ہے، اگر تم اللہ کے نام پر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارا نام سن کر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولے گا۔ ۲

● ـــــ بابا جی کے پاس چند دنوں میں جب بہت سے ریال جمع ہو جاتے تو مجھ سے فرماتے کہ بیٹا یہ ریال باب العوالی (مسجد نور) مولانا عبدالقادر صاحب کو دے آؤ۔ اس تمام رقم میں سے آپ مجھے یتیموں، بیواؤں اور کبوتروں کے دانے کے پیسے الگ الگ کاغذ پر لکھواتے۔ مولانا عبدالقادر صاحب بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے آپ ملتان کے رہنے والے تھے۔ کافی عرصہ سے مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ مدینہ پاک کی پاک سرزمین پر ہمیشہ ننگے پاؤں چلا کرتے تھے چاہے سخت سردی ہو یا سخت گرمی مگر آپ جوتا نہیں پہنتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے پیروں کی کھال سخت موٹی اور کالی ہو گئی تھی۔ ۳

۱۔ مقصود حسین قادری (کراچی): بابا جی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۹

۲۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۹

۳۔ مقصود حسین قادری (کراچی): بابا جی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

ایثار

● ——— پہلی منزل میں وادیِ فاطمہ پہنچے وہاں مدینے کی شکر قندی ملتی ہے۔ میں نے وہ پکائی جو پیدل چل کے آئے تھے وہ کہنے لگے ہمارے ملک میں نہیں ہوتی بڑی لذیذ اور میٹھی شکر قندی تھی۔ انہوں نے کہا ہم تو یہی کھائیں گے۔ میرے پاس کچھ پیسے تھے اس کی کئی کو تین اُگئے، چار کلو پانچ اُگئے لے دی۔ سب سے زیادہ میں نے اُٹھائی کہ کہیں گے ہم کو زیادہ بوجھ دیا ہے۔[۱]

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): یادگار گفتگو دسمبر ۱۹۸۵ء انٹرویو۔ ص ۵۰

باب نمبر ۵

اندازِ جہاں بانی

دنیا کے بڑے لوگ:

● ـــــ راجیو گاندھی جب بھارت کا وزیر اعظم تھا تو اس نے راجستھان کے بارڈر پر بہت سی فوج جمع کر دی تھی اور یوں لگتا تھا کہ پاکستان پر حملہ ہونے والا ہے۔ ان دنوں باباجی نے صدر ضیاء الحق کو پیغام بھیجا کہ وہ خواجہ غریب نواز کی خدمت میں جائیں۔ صدر صاحب فوراً جے پور میں میچ کے بہانے پہنچے اور سلطان الہند کے دربار میں حاضری کے بعد جے پور میں راجیو گاندھی سے ملے اور انہیں اس طرح کا جملہ کہا:

"سنا ہے کہ آپ پاکستان آنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں، شوق سے آیئے ہم استقبال کیلئے موجود ہوں گے۔"

اس کے چند دنوں بعد بھارتی فوجیں راجستھان کے بارڈر سے واپس چلی گئی تھیں[1]!

● ـــــ قصرِ قیافہ میں مقیم تھا۔ الحمد للہ! مگر وہاں چونکہ سرکاری مہمان آئے تھے اس زمانے میں پاکستانی سفیر جنرل فضل مقیم تھے۔ وہ باباجی کی خدمت میں آتے رہتے تھے۔[2]

ٹانگ کا حادثہ:

۱۹۷۴ء میں گاڑی سے ٹکرانے سے ٹانگ خراب ہوگئی تھی اور ٹھیک طرح سے چل نہیں پاتے تھے لیکن جس طرح وہ چلے ہیں بڑوں بڑوں کو ویسا چلنا نصیب نہیں ہوا۔ وہ غلامِ رسول، وہ عاشقِ رسول، کتنا بلند نصیب تھا ان کا کہ پچاس برس رحمۃ اللعالمین کی دیوار سے لگے بیٹھے رہے۔[3]

● ـــــ تکلیف جب زیادہ ہوگئی تو جنرل ضیاء الحق نے کرنل مختار اور جنرل

۱۔ حفیظ تائب (لاہور): پیشوائی۔ ص ۲۱، ۲۲۔

۲۔ محمد طفیل مدنی (لاہور): میرے باباجی حضور۔ ص ۷۵

۳۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۵

ذوالفقار کو بھیجا جنہوں نے یہاں مَلِک ہسپتال میں علاج کیا لیکن عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے کچھ خاص کامیاب نہ ہو سکا۔[۱]

● ـــــ ۱۹۷۷ء میں جب جنرل ضیاء الحق صدرِ پاکستان عمرے کیلئے گئے تو وہ باباجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعائیں لیں۔[۲]

● ـــــ بیگم شفیقہ ضیاء الحق صوفی احمد بخش بُھٹہ صاحب کے مکان پر باباجی حضور سے ملنے آتی تھیں۔[۳]

● ـــــ ۱۹۷۷ء میں جب پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق صاحب ہوئے تو عمرے کیلئے تشریف لائے۔ان کے قرابت دار یہاں پاکستان ہاؤس میں ڈاکٹر محمد حسین صاحب تھے۔وہ رات کو باباجی کے پاس عشاء کے بعد تشریف لائے میں بھی باباجی کے پاس بیٹھا تھا۔انہوں نے کہا کہ باباجی آپ کو پریذیڈنٹ صاحب یاد کرتے ہیں۔باباجی نے مجھ سے پوچھا یہ کون صاحب ہوتے ہیں میں نے عرض کیا کہ پاکستان کے بادشاہ،تو باباجی نے فرمایا کہ بادشاہوں سے ہمارا کوئی کام نہیں ہم مسکین لوگ ہیں اور دوجہاں کے شہنشاہ کے دروازے کے گدا ہیں۔پھر ڈاکٹر محمد حسین نے کہا:

> ''کہ اگر آپ ان کے پاس پاکستان ہاؤس نہیں جاسکتے تو وہ یہاں تشریف لے آئیں تو باباجی نے فرمایا کہ میں مسکین آدمی ہوں میرے پاس جو آنا چاہے آجاوے، میں تو عاجز بندہ ہوں۔''

بعد میں جنرل صاحب ان کے پاس تشریف لائے کچھ باتیں ہوئیں تو آپ نے دعا دی اور فرمایا کہ ہمت کر کے پاکستان میں اسلامی قانون نافذ فرمادیں اللہ آپ کی بادشاہت قائم رکھے اور خیر و برکت دے ـــــ پھر جنرل صاحب نے چار سو ریال بطور نذرانہ پیش کئے

۱۔خورشید احمد،الحاج (مدینہ منورہ): رسول پاک کے پیارے۔ص ۹۶

۲۔حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ص ۱۰۸۔۱۰۹

۳۔مقصود حسین قادری (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ،ص ۲۰۰

لیکن باباجی نے یہ رقم جنرل صاحب کو واپس کردی اور فرمایا کہ ہم کوئی گدا نہیں ہیں۔[۱]

سیاسیات:

● ——— باباجی نے مسکرا کران صاحب کی طرف دیکھا پھر فرمایا: ہندوستان میں دین دھرم کا مسئلہ پہلے بھی کبھی اتنا زیادہ نہ تھا۔ ہندو، بدھ، جین، سکھ، عیسائی، پارسی، مسلمان سب مل جل کر رہتے آئے ہیں۔ لیکن آبادی کا اور اکنامکس کا جب مسئلہ پیدا ہوا تو ہندوؤں نے فرنگیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو تباہ کرنا شروع کردیا۔ اس وقت بھی سیاسی لوگوں نے دین دھرم کا نعرہ لگایا تھا لیکن اس وقت بھی یہ حال تھا کہ ہندو مرد اور عورتیں مسلمانوں کے تہواروں میں شریک ہوتے تھے۔ درویشوں کے پاس جاتے تھے، مزارات پر حاضری دیتے تھے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے، عید، بقرعید، ہولی، شب برأت، دیوالی، رمضان، محرم سب مل جل کر مناتے تھے۔ سکھ، عیسائی، بدھ، جین، پارسی سب ملا جلا تھا لیکن اکنامکس کا مسئلہ پیدا ہوا تو دین دھرم کی نعرے بازی شروع ہوگئی اور مسلمان لیڈروں نے فائدہ اٹھا کر اسلام کے نام پر ایک علیحدہ ملک بنالیا۔ بات یہ ہے کہ اب بھارت نے بھی ٹکڑے ہونا ہے ——— اکنامکس کا مسئلہ پیدا ہو چکا ہے۔ یہ دین دھرم کا مسئلہ نہیں ہے۔ اکنامکس کا مسئلہ ہے جیسے پاکستان ٹوٹ گیا۔ دین تو ایک ہی تھا۔ بس اکنامکس کا مسئلہ پیدا ہوا تھا ——— اب انڈیا بھی ٹکڑے ہو جائے گا۔ تینتیس سال میں پانچ ٹکڑے۔

● ——— فرمایا: پاکستان کا حال میں سنتا رہا ہوں، اور پاکستان کے بڑے لوگوں سے بھی میرا سامنا ہوا ہے۔ مجھے پاکستان اچھا دکھائی دیتا ہے اور خوشی ہوتی ہے۔ پاکستان ویسے بھی ولیوں کی سرزمین ہے اور انڈیا کے ہر علاقے میں اولیائے کرام پاکستان کی سرزمین سے آئے ہیں ——— یہ ولیوں کی سرزمین ہے اس لئے اس کا نام بھی پاکستان اور کام بھی

۱۔ حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول۔ ص ۱۰۸۔۱۰۹

پاکستان ہے۔میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں پاکستان کیلئے اورتم دیکھنا کہ آنے والے وقت میں پاکستان اس علاقے کا سردار ہوگا۔[1]

● ——باباصاحب نے فرمایا: موجودہ حکومت آئی (یعنی سعودی حکومت) تو انہوں نے قصیدہ بُردہ شریف کو مٹانے کا پروگرام بنایا۔ ایک گنبد کے اندر قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پر رنگ پھیر دیا۔لیکن اس واقعے کی اطلاع سارے عالم اسلام میں پھیلی اور مسلمان حیران رہ گئے کہ قبائلی مخالفت اور حکمرانی کی ہوس نے ان قابضین کو کس درجہ سیاسی پس ماندگی میں گرادیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی عظمت واہمیت کو بھی کم کرنے کے مشن کو اپنا عقیدہ بنالیا ہے۔اپنی حکومت قائم رکھنے کیلئے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیوں اور مقبولیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔[2]

باباصاحب نے فرمایا:

"کہ جب اس گنبد کے اندر اشعار پر حکمرانوں نے رنگ پھیرا تو اس زمانے کے متحدہ ہندوستان میں امیرِ ملّت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی والوں نے پرزور احتجاج کیا اس زمانے میں برصغیر میں انگریزوں کی حکومت تھی۔ انگریز بھی گھبراگئے،اور مسلمانوں کے دینی جذبے کے پیشِ نظر انگریزی حکومت نے سعودی حکمرانوں سے کہا کہ ایسا نہ کیا جائے۔بڑھتے ہوئے احتجاج کو دیکھتے ہوئے سعودی حکمران اپنے ارادے سے باز آگئے، چنانچہ اس منصوبے پر عملدرآمد روک دیا گیا۔باقی گنبدوں کے اشعار نہ مٹائے گئے اور وہ اب تک موجود ہیں——اپنی حکومت قائم رکھنے کیلئے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیوں اور مقبولیت کو ختم کردینا چاہتے ہیں۔وہ ناصرُ البانی کے اعلان پر چلتے ہیں جو کہتا ہے روضۂ رسول کو مسجد نبوی سے خارج کردینا چاہیے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ قبرِ مبارک کو اور سبز گنبد شریف کو بدعت قرار دیتا ہے اور روضۂ پاک کا احترام کرنے

۱۔اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ص ۱۵۶

۲۔ایضاً: ص ۱۵۹

والوں کو قبور تیین کہتا ہے۔[۱]

● ——ایک صاحب نے بتایا کہ بابا صاحب، کہ حکومت نے جب بھی کسی اہل بیت یا صحابی کا مزار اکھاڑا تو اندر سے جسد مبارک بالکل صحیح سلامت نکلتا اور حکومت کے کارندے رات کے اندھیرے میں ان اجساد مبارکہ کو کسی ایسی جگہ دفن کر دیتے تھے جس کا عام لوگوں کو علم نہ ہو سکے۔ حکمرانوں نے اپنی سیاسی پریشانی کے خوف کو عقیدہ بنالیا۔[۲]

۱۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم (لاہور): بابا جی غلام رسول۔ ص ۱۸۴۔۱۸۵

۲۔ ایضاً: ص ۱۸۶

باب نمبر ٦

پہنچی وہیں پہ خاک

جنت البقیع میں تدفین کی آرزو:

● ـــــ باباجی کو جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو تھی۔ اس لئے وہ مدینہ منورہ سے باہر نہیں جاتے تھے۔ ایک دفعہ سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو چلے تو راستے میں ٹریفک جام ہوگیا۔ باباجی خوشگوار موڈ میں باتیں کرتے کرتے گھبرا گئے۔ بقول محمد طفیل بھٹی صاحب باباجی میرے ساتھ بڑے خوشگوار موڈ میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک دم گھبرا گئے اور کانپنا شروع کر دیا ـــــ کہنے لگے فوراً مجھے مدینے پاک لے چلو کیونکہ ہم اس وقت مدینہ منورہ کی حدود سے باہر ہیں اور میری اگر جان یہاں نکل گئی تو میری زندگی کا سرمایہ یہاں پر ہی ختم ہو جائے گا۔ لہذا بڑی مشکل سے دو عربیوں کو درخواست کر کے گاڑی کو بیک کیا اور واپس مدینے پاک کی طرف چل پڑے۔ تھوڑا ہی چلے ہوں گے کہ خوشی کی لہر ان کے چہرے پر دوڑ گئی کہنے لگے اگر موت اب آ بھی جائے تو میں خوش ہوں کوئی بات نہیں مدینہ منورہ کی محبت سے اتنے لبریز تھے کہ چند منٹ کے فاصلے کی دوری بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔[1]

وصال مبارک:

● ـــــ باباجی حضور سے سولہ سال تک بہت ساری ملاقاتیں ہوئیں جو لاتعداد ہیں۔ میں جب بھی ان کے پاس جاتا تو ان کا ماتھا چوما کرتا تھا اور آتے وقت بھی ہاتھ چومتا تھا تو اپنی زبان سے یہ کہا کرتا تھا کہ اس وقت باباجی آپ کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں جب تک زندگی میں دوبارہ نہ دیکھ لوں۔ آخری مرتبہ عید الفطر ۱۹۸۶ء ان کی وفات سے تقریباً دس دن پہلے ان سے مل کر آ رہا تھا تو حسبِ عادت میں نے وہی کلمات کہنے چاہے تو انہوں نے میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا: بیٹا اب یہ بات نہ کہنا شاید بُلاوا قریب ہے۔ میں بڑا سخت پریشان ہوا۔ میں اجازت لے کر طائف واپس آ گیا ـــــ وہی بات ہوئی۔ ۱۹۸۶ء بمطابق

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۷۹۔ ۸۰

۱۹رشوال ۱٤۰٦ھ جمعرات کے دن تقریباً ایک بجے کے قریب اچانک ٹیلی فون پر اطلاع ملی کہ صبح کے دس بجے باباجی اس دنیافانی سے رخصت ہوگئے[۱] اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● ——ہمارے ساتھ سترہ اٹھارہ سال کا لڑکا شفقت تھا جو پہلے بھی باباجی بہت خدمت کرتا تھا اس نے ہم سے کہا کہ تم یہاں ہی ان کے پاس رہ جاؤ۔ وہ دوسرے دن بتاتا ہے اس رات کا حال کہ ہمارے جانے کے بعد باباجی نے کہا: ''بیٹا تمام دروازے کھڑکیاں کھول دو، وہ! آرہے ہیں۔'' ہر گھنٹے دو گھنٹے کے بعد یہی کہتے تھے۔ پھر فجر کے بعد کہنے لگے: ''حرم شریف کے رخ پر جو کھڑکی ہے اسے بھی کھول دو۔'' شفقت نے کہا: ''جب میں نے وہ کھڑکی کھول دی تو باباجی نے فرمایا: ''میں آپ کی جناب میں حاضر ہو رہا ہوں'' یہ دونوں باتیں ظہر کے پہلے تک کرتے رہے پھر تقریباً بارہ بجے مجھے گھر سے بینک میں ٹیلی فون آیا کہ باباجی کی حالت نازک ہے فوراً آجائیں۔ میں جب باباجی کے پاس پہنچا تو دس بارہ کا وقت تھا۔ باباجی تقریباً خاموش ہو چکے تھے۔ پی آئی اے کے شکیل انصاری صاحب ان کے سرہانے کی طرف بیٹھے تھے۔ باباجی نے سب کو ایک نظر بھر کر دیکھا اور پھر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔ اسی رباط میں عصر کے بعد ہم چند لوگوں نے غسل دیا اور مغرب کے بعد حرم نبوی شریف میں نماز جنازہ ہوئی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔[۲]

اولاد:

● ——اسی زمانے میں باباجی نے بتایا کہ پہلے زیادہ ذمے داری تھی اور بچے چھوٹے تھے جو کماتا تھا اس میں سے تھوڑا رکھ کر باقی ان کو بھیج دیتا تھا اب تو بچے سیٹ ہوگئے ہیں پاکستان میں جاکر—— سرور بیالیس پینتالیس سال کا ہو چکا۔ بیٹی حمیدہ اس سے کوئی چار سال بڑی ہے اور بڑا بیٹا حمید اب اڑتالیس پچاس سال کا ہوگا۔ اپنا اپنا کماتے کھاتے اور زندگی گزارتے ہیں۔[۳]

۱۔محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ص ۸۰

۲۔اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول پاک کے پیارے۔ص ۹۶۔۹۷

۳۔جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ص ۲۳۷

باب نمبر ۷

حاصل زندگی

- اشارات
- اقوال
- ملفوظات
- پند و نصائح
- کرامات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ط

●

حاصل زندگی:

● ــــــ ان کے جملے کبھی کوئی نہیں بھول سکتا تھا بلکہ کہاوتوں کی طرح، محاوروں کی طرح ان کو یادرکھا جاسکتا ہے۔ باباجی کا ایک خاص انداز تھا۔ بالکل سیدھا سادا اور دل پر اثر کرنے والا ــــــ وہ ہر موضوع پر بات کرسکتے تھے ــــــ اور وہ کسی ناگواری کے بغیر بڑی بڑی باتیں کرتے چلے جاتے تھے۔[۱]

● ــــــ ایمان افروز اور اخلاق آمیز باتیں بتایا کرتے تھے اور جس روز موڈ اچھا ہوتا تو ایسی ایسی باتیں نکل آتیں جن پر دانشوروں اور علماء نے موٹی موٹی کتابیں تحریر کی ہیں۔ لیکن باباجی اپنے مخصوص لہجے میں چھوٹے چھوٹے جملوں میں وہ گتھیاں سلجھاتے چلے جاتے۔[۲]

● ــــــ جب لوگوں سے باتیں کر رہے ہوتے تو ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ہوتی اور جب کسی بیٹھک میں حاضرین کے علمی، دینی اور روحانی سوالوں کے جواب دے رہے ہوتے تو باباجی کچھ اور ہی ہوتے۔[۳]

● ــــــ زندگی کا کونسا شعبہ تھا جس کے بارے میں باباجی کی باتیں قابلِ ذکر اہمیت نہیں رکھتیں۔ باباجی کو لوگ کسی نہ کسی طرح بولنے پر مجبور کردیتے اور جب باباجی بولنے لگتے تو موتی رولتے تھے۔ ہر موضوع پر بولتے چلے جاتے ــــــ جیسے ان کے اندر ایک سمندر ہو علم کا، معلومات کا، اخلاق کا، انسانیت کا، ہدایت کا، انسانی ہمدردی کا اور بے شمار لوگوں کے

۱۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۴

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۶

۳۔ ایضاً: ص ۲۴۲

مسائل کے حل کا ہے[1]

● —— اُن کی شخصیت کے دو امتیازی پہلو تھے۔ ایک تو ان کی کرامات، دوسری ان کی باتیں۔ جن لوگوں کو باباجی سرکار کی کرامات کا علم ہوا۔ وہ ان لوگوں تک محدود ہیں اور دوسرے لوگ ان کرامات سے نہ تو مستفید ہو سکتے ہیں اور نہ ہی سب کو ان کا تجربہ ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے —— لیکن باباجی نے جو باتیں کی ہیں، وہ ان کی زندہ کرامات ہیں، ان باتوں سے فائدہ اور فیض حاصل کر کے ہم اپنی زندگیوں میں سدھار اور تعمیر کا عمل جاری کر سکتے ہیں ہے[2]

● —— باباجی کی سادگی میں بھی وقار ہوتا تھا۔ بولتے تھے تو الفاظ ان کی شخصیت اور ان کے مزاج کی گواہی ہوتے۔ ان کے کمزور وجود میں بہت مضبوط عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھا۔[3]

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۸

۲۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۳۰۴، ۳۰۵

۳۔ منیر الاسلام حسنی، سید (لاہور): باباجی سرکار علیہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۳۲۹

اشارات:

● ——چوبیسواں سال مرد کا آغاز ہوتا ہے۔ چھتیسواں تشکیل ذات، بیالیسواں انقلاب اور اکیاونواں فیصلہ کن، ساٹھواں تکمیل ذات اور پھر آگے ہی آگے۔[1]

● ——حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے زیادہ پیار کس کو کیا؟

——''ع والوں کو'': عتیق (ابوبکر) عمر، عثمان، علی، عائشہ——''

(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) باباجی کے بے ساختہ جواب نے سب کو چونکا دیا۔''[2]

● ——باباجی پھر یہ بھی فرمادیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پیار کس کس نے کیا؟——

''ح والوں نے'': حلیمہ، حمزہ، حسن، حسین، (رضوان اللہ عنہم اجمعین)

باباجی کے اس بے ساختہ جواب نے بھی حیران کر کے رکھ دیا تھا۔

● ——باباجی فرما رہے تھے: ''ع'' کی شکل کی طرح اور حمزہ کا شروع ''ح'' سے، بس یہی قصہ ہے—— لیکن محور تو میرے آقا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات ہے۔ اب خود ہی دیکھو کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''حُمیرا'' پکارتے تھے—— ٹھیک ہے؟ اور یہ بھی دیکھو کہ پہلے حمزہ اور پھر تین روز بعد عمر رضی اللہ عنہما اسلام لائے تو اسلام چل پڑا—— لیکن محور تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔[3]

● ——ایک صاحب نے کہا کہ: ''سرکار باباجی میں نے ایک بندر پالا ہوا ہے۔ اس کا کھیل تماشا دکھا کر روزی کماتا ہوں۔ اس کے کھانے پینے اور آرام کا بالکل خیال رکھتا ہوں۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ بندر پالنے میں کوئی نقصان تو نہیں ہے؟۔

فرمایا: پہلے یہ طے کرو کہ تو بندر کو پالتا ہے یا بندر تم کو پالتا ہے—— پھر آگے سوچنا۔''[4]

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۲۵

۲۔ ایضاً: ص ۱۳۵ ۳۔ ایضاً: ص ۱۳۵

۴۔ ایضاً: ص ۱۵۵

● ـــــ ہر جگہ کا کچھ مزاج اور مقام ہوتا ہے۔ زمین کے ایک ایک انچ کی شخصیت اور مزاج ہے اور ویسا ہی اس کا اثر ہے۔ جیسی جگہ ویسا اثر ـــــ اور ہر جگہ کا اپنا مقام ہوتا ہے۔ خانہ کعبہ زمین پر جس جگہ ہے اسکا مقام اور مرتبہ کیا ہے؟ بیت المعمور کا! آسمان پر بیت المعمور کے گرد ہر وقت فرشتے طوف کرتے رہتے ہیں ـــــ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے ہزاروں سال پہلے خانہ کعبہ کا نشان لگایا گیا اور فرشتے بیت المعمور کی طرح اس کا طواف کرنے لگے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا گیا تو ان کو بھی حکم ملا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرو فرشتوں کی طرح ـــــ خانہ کعبہ زمین پر بیت المعمور کا مقام ہے اور میرے سرکار حضور پُرنور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا عالم یہ ہے کہ یہاں، اس مسجد نبوی میں ''ریاض الجنۃ'' میرے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے اور منبر کے درمیان ایسی جگہ ہے جو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچے کا نام ہے۔[1]

● ـــــ طواف اصل چیز ہے جو شروع سے ہو رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے سے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی یہی حکم ملا کہ اس نشانی کے گرد طواف کرو۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنانا شروع کیا۔ بعد میں ان کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام نے اس کو مکمل کیا ـــــ طوفانِ نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس کو پھر سے بنایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام (فرشتہ) بتاتے جاتے اور باپ بیٹے بناتے جاتے۔ انہوں نے رکن اسود اور رکن یمانی والے گوشے بنائے اور چہار دیواری اٹھائی ـــــ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حجر اسود (پتھر) لا کر دیا کہ جناب! اللہ تعالیٰ نے طوفان میں یہ جنتی پتھر محفوظ کر لیا تھا اور اب عطا فرمایا ہے کہ اس کو پھر سے اس پاک گھر میں لگا دو۔[2]

ا۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص، ۲۴۵

۲۔ ایضاً: ص ۲۴۶

● ——اور یہ جو خانہ کعبہ ہے یہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بار بار تعمیر ہوتا رہا ہے۔اس میں بھی کوئی کوئی جگہیں ایسی ہیں جن کا مقام بہت بلند ہے۔مقامِ ابراہیم والا پتھر اور اسود پتھر دونوں جنتی پتھر ہیں۔زمین کے فرش پر دو آسمانی نشانیاں ——مذاق نہیں ہے۔خانہ کعبہ کے اندر جس جگہ یہ موجود ہیں اس جگہ کا مقام کون جان سکتا ہے؟——اور کون جان سکتا ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر نو جگہیں ایسی ہیں جو زمین کے فرش پر بہت بلند مقام رکھتی ہیں لیکن میرے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب علم ہوتا ہے——اور میرے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان جگہوں پر نماز ادا فرمائی ہے[1]

● ——حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے رکنِ اسود اور رکنِ یمانی کے جو گوشے بنائے، خانہ کعبہ کے اندر تو ان کو علم تھا اور پرانی نشانی کا—— کہ کدھر بنانا ہے اور اس نشانی میں کیا بات ہے——اور ہجرت سے پہلے میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو کہ رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور دونوں کا استلام کرتے ہیں۔ہے ناں بات؟——سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے بھی نماز پڑھتے تھے، جہاں قریش نے آپ کو سخت تکلیف پہنچائی تھی۔لیکن سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جگہ کے مقام کا علم ہے اور بعد میں سرکار حضور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حطیم میں نماز پڑھنے کا حکم دیا——اسی طرح سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ ابراہیم کے پاس بھی نماز ادا فرمائی۔بابِ کعبہ کے پاس حضرت جبرائیل (فرشتے) کی امامت میں دو بار نماز پڑھی۔تو اس میں بھی کوئی بات تھی ناں——اب دیکھو فتح مکہ والے روز سرکار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں نماز ادا فرماتے ہیں؟ مقامِ ابراہیم اور کعبہ کے درمیان——اس جگہ کے بعد ایک اور جگہ بھی ہے، جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کر کے اس جگہ کی اہمیت ظاہر فرمائی یعنی رکنِ عربی

۱۔جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ص،۲۴۶

کے پاس ۔اس طرح کہ پشت باب عمرہ کی طرف ہو ــــــ سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکن شامی میں بھی نماز پڑھی ہے۔حجر اسود کے سامنے مطاف کے کنارے بھی ایک جگہ پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ۔ ہے ناں کوئی بات؟ ــــــ سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں خانہ کعبہ کے اندر چھ ستون ہوتے تھے۔میرے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر ایک اور جگہ بھی نماز ادا فرمائی ہے[1]

● ــــــ جانور اور پودے بھی اسی زمین اور اسی ہوا پانی کے اندر رہنے والی مخلوق ہیں۔انسانوں کی طرح ــــــ جو جانوروں اور پودوں کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے وہ اللہ کی نظر میں ویسا ہی بے رحم ہے جیسا کوئی اپنے جیسے انسانوں پر بے رحم ہوتا ہے[2]

● ــــــ ان بزرگان کے درباروں میں جو وقت گزارا اور انبیائے کرام علیہم السلام کے درباروں میں جو وقت گزارا،اور وہاں جو رونقیں دیکھیں ان کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔لیکن جو ان رونقوں کو جانتے ہیں وہ نصیبوں والے ہیں۔نہروں نالوں کا پانی ندی میں اور ندی کا پانی سمندر میں جا کر گرتا ہے۔یہ جا کر گرنا کیا چیز ہے؟ایک انتظار کرتا ہے اور دوسرا اس کی طرف آتا ہے ــــــ ایک پانی آرہا ہوتا ہے اور ایک پانی اس کے آنے کا انتظار کر رہا ہوتا ہے ــــــ بس یہی ماحول ہوتا ہے ان درباروں میں ۔[3]

● ــــــ خوشبو ــــــ خوشبو سے آتی ہے ۔غلاموں کو غلاموں کی خوشبو آتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں ۔ولیوں کو ولیوں کی خوشبو آتی ہے اور ــــــ نبیوں کو نبیوں کی خوشبو آتی ہے ۔حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی خوشبو آئی تھی (علیہم السلام) دونوں نبی تھے اس لئے خوشبو آئی اور پہچان لیا ــــــ جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کا کوئی بھی بھائی نہ پہچان سکا کیونکہ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو نہ آئی ــــــ کیوں نہ آئی ؟

۱۔جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ص،۲۴۷

۲۔ایضاً: ص،۲۵۹

۳۔مقصود حسین (لاہور): بابا جی کی یادیں۔ص،۲۶۸

اس لئے کہ بھائیوں میں کوئی نبی نہ تھا —— نبی کی خوشبو نبی کو آئی ۔ حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی خوشبو آتی ہے اور باپ نے بیٹے کو پہچان لیا ۔[۱]

● —— چپ ہو جاؤ —— جو دکھائی دیتا ہے وہی ہے، جو سمجھ میں آتا ہے وہی ہے، جو سوچ آتی ہے وہی ہے ۔ کیونکہ بغیر آنکھ کے دکھتا نہیں ، بغیر عقل کے سمجھ میں نہیں آتی ، بغیر آرزو کے سوچ نہیں آتی ۔[۲]

● —— میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کس شہر کے رہنے والے ہو —— اس نے آیت کریمہ پڑھی اور پانی میں کود گیا ۔ میں چیخنے لگا کہ بچاؤ ، بندہ سمندر میں گر گیا ہے لیکن نہ کسی کو میری آواز سنائی دے رہی تھی اور نہ ہی پانی میں گرنے والا بندہ کوئی واویلا کرر ہا تھا اور نہ ہی میں بھاگ دوڑ کرر ہا تھا بلکہ عرشے پہ وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا تھا اور ہوا تیز چل رہی تھی —— بابا جی نے بتایا کہ غیبی طاقتیں بعض اوقات پرانے زمانوں اور پرانے لوگوں سے ملاقات بھی کرادیتی ہیں ۔ میں نے پوچھا کہ وہ نوجوان کون تھا بابا جی ؟ —— فرمایا کہ آیت کریمہ کے حوالے سے کوئی ہستی تھی جس کا نام میں لینا نہیں چاہتا ۔[۳]

● —— اللہ بہتر جانتا ہے ۔ بس یہ جانو کہ اللہ تعالیٰ کا نظام اس دھرتی پر مسلسل جاری ہے اور ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا ۔ ڈیڑھ دو ہزار سال پرانی عمارتوں اور ان کا دریافت کیا ہوا سامان بھی زیادہ پرانا نہیں ہوتا ۔ ہمارے ہی زمانے جیسا ہوتا ہے ۔ ان کا رہن سہن ، لباس ، خوراک ، زبان سب ہمارے زمانے سے قریب ہوتا ہے اور اس زمانے کے لوگ بھی —— مگر اللہ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا ۔ دربار مدینہ میں عصر سے مغرب تک جو عالم ہوتا ہے ، اسے وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں جنہیں دیکھنے والی آنکھ عطا کی گئی ہے ۔[۴]

۱ ۔ اظہر قریشی (لاہور): بابا جی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایت خاص ۔ ص ۲۸۷

۲ ۔ عبدالشکور ، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ ۔ ص ، ۳۱۸

۳ ۔ عبدالشکور ، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ ۔ ص ، ۳۱۸

۴ ۔ ایضاً : ص ۳۱۸ ۔ ۳۱۹

● ——— بھولے بادشاہ! ہم تو اس دنیا کے بھی سگے نہیں جہاں پیدا کئے گئے اور ساری حیات گزار دی۔ ادھر سے بھی آگے جانا ہے تو پھر ہندوستانی پاکستانی ہونے کا کیا سوچیں؟ سوچنا یہ چاہیے کہ اللہ کے کتنے بندوں کی خدمت کر سکے اور کتنوں سے دعائیں لیں[1]

۱۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص، ۳۱۹

اقوال:

● ـــــ ''دُعا انسان کے پاس واحد نوری عمل ہے۔ دعا کے سوا انسان کے پاس ایسی کوئی اور چیز نہیں ہے جو اسکی تقدیر کو بدل سکے ـــــ دعا کا مطلب ہے دعا کرنا، دعا لینا۔ [1]

● ـــــ ظلم کرنے والے کو ادھر ملے نہ ادھر۔ اس کو جرمانہ اپنے بدن، اپنی اولاد، اپنے رزق اور اپنی عزت میں سے ادا کرنا ہوگا ـــــ اور مظلوم کبھی مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ وہ اللہ کو سب کچھ بتائے وہی اسی کی مدد فرمائے گا۔ [2]

● ـــــ اللہ اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا بندے کے دل میں اللہ کے لئے خیال ہوتا ہے ـــــ اس کو لاپرواہ سمجھو گے تو تمہارے لئے وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔ اس کو کریم جانو گے تو کرم گا ـــــ اس کو رحیم قرار دو گے تو وہ رحم کرے گا ـــــ اس کو رب مانو گے تو وہ پالنے والا ثابت ہوگا ـــــ بندہ اپنے رب کو جتنا راضی رکھتا ہے اس کا رب اتنا ہی راضی ہوتا ہے۔ جو اللہ کو بھول جاتا ہے اللہ بھی اس کو بھول جاتا ہے اور وہ دنیا میں رگڑے کھا رہا ہوتا ہے۔ [3]

● ـــــ وہ بڑا سخی ہے جس نے علم سیکھا اور پھیلایا ـــــ علم اور سمجھ میں فرق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سمجھ داری عطا کرتا ہے۔ علم معمولی چیز نہیں ہے بابا ـــــ علم بھی مدد کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ علم ایسا فیض ہے جو تم حاصل کر بھی سکتے ہو اور جاری بھی کر سکتے ہو۔ [4]

● ـــــ غیر مسلم بھی تو انسان ہیں جی ـــــ ان کے ساتھ انسانی حقوق کا رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔ بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، قیدی کو رہائی دلانا، بیمار کی عیادت کرنا ـــــ یہ سب انسانی اخلاق ہیں۔ انسانی اخلاق کو قائم رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے

۱۔ اظہار الحق، کراچی: پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۵۲

۲۔ ایضاً: ص ۱۵۴ ۔۔۔ ۳۔ ایضاً: ص ۱۵۸

۴۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۴

کیونکہ وہ رب العالمین ہے اور رسول پاک رحمۃ اللعالمین ہیں۔غیر مسلم پڑوسی کو پڑوس کے پورے حقوق حاصل ہیں[۱]

● ——جو اللہ کے نام پر خرچ کرتا ہے اور کسی کی مدد کرتا ہے وہ سخی ہے اور—— سخی تو اللہ کا دوست ہے۔بزرگوں نے فرمایا کہ سخاوت تو اللہ کو قرض دینے کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ اسکو دوگنا کر کے لوٹا دیتا ہے——اگر تم اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارا نام سن کر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولے گا۔[۲]

● ——حسد کا مطلب ہے خود بھی جلنا اور دوسرے کو بھی جلانا——اور اس کا انجام ہے راکھ ہو جانا، برباد ہو جانا——حسد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بے طاقت کرتا رہتا ہے——حسد کرنے والا برباد ہو کر رہتا ہے۔[۳]

● ——لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہر حال میں ہے چاہے، چاہے آگے صفی اللہ ہو، نجی اللہ ہو، خلیل اللہ ہو، ذبیح اللہ ہو، کلیم اللہ ہو، روح اللہ ہو——نبی ہونا اور بات ہے، رسول ہونا اور بات——اور محمد رسول اللہ ہونا بالکل اور بات ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیونکہ یہ تو حبیب اللہ والا کیس ہے یعنی دوستی محبت میں بدل گئی ہے۔[۴]

● ——دوستی تو مان لینے کا نام ہے۔دوستوں کے بیچ بحث کو کوئی موقع نہیں ہوتا۔ بحث شروع ہو جائے تو دوستی ختم ہونے لگتی ہے۔بحث جیتنے والا دوست ہار جاتا ہے۔[۵]

● ——دوستی کا جو آئینہ ہے۔اس میں——"میں" باہر ہے، "تو" اندر ہے لیکن بالکل برابر برابر، بالکل آمنے سامنے——دوستی میں دونوں برابر کب ہوتے ہیں؟ لیکن رکھتے ہیں ایک دوجے کو برابر برابر۔[۶]

۱۔محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ص ۲۲۵

۲۔ایضاً: ص ۲۲۵ ۳۔ایضاً: ص ۲۲۶

۴۔ایضاً: ص ۲۲۶ ۵۔ایضاً: ص ۲۲۶

۶۔ایضاً: ص ۲۲۶

● ——دوستی کا مطلب ہے انتظار ——انتظار کا مطلب ہے دوستی سے توقع اور امید۔ دوست ہمیشہ کچھ اچھا ہی دیتا ہے یعنی کوئی اچھی بات، اچھا سلوک، خوشی، مدد، سکون، عزت اور دُعا——انتظار دوستی کی سچائی کا ثبوت ہے۔[۱]

● —— ''پڑوسی کے حقوق اور اس کے ساتھ اچھے سلوک کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے، چاہے پڑوسی مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو——پڑوسی کا درجہ رشتے دار عزیز سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اگر پڑوسی اچھا انسان ہو——جس کا دروازہ اور دیوار زیادہ قریب ہو، اس کا حق زیادہ ہے۔[۲]

● ——اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے پر نظر رکھتا ہے—— کیونکہ ہر بندے کو دنیا بھر کے ان تمام انسانوں، مخلوقات، علاقوں اور اشیاء کے ساتھ سلوک کی ذمہ داری دے کر بھیجا جاتا ہے، جو اس کی زندگی کے دوران اس سے رابطہ میں آئیں گے——اور مرنے کے بعد جواب بھی اسی بات کا لیا جائے گا۔ کہ اس نے وہ ''سلوک'' والی ذمہ داری کس طرح پوری کی؟ یہی وہ ذمہ داری ہے جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ اور اپنا نائب قرار دیا ہے۔[۳]

● ——اللہ تعالیٰ اس سلوک اور ذمہ داری کو پورا کرنے میں انسان کی مدد بھی کرتا ہے——اور مسلمان تو چاہے کوئی بھی ہو، آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں—— کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود ایک درجے کا کافر اور دوسرے کو بُرا کہنے والا خود ایک درجے کا بُرا قرار دیا جاتا ہے۔[۴]

● ——جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ سے محبت کرسکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب کچھ ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

۱۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۷
۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۹
۳۔ ایضاً: ص ۲۵۹ — ۴۔ ایضاً: ص ۲۵۹

وآلہ وسلم نے بتایا۔[۱]

● ـــــ جس سے دل بندھ جائے اس کو پیر بنالو چاہے کسی بھی سلسلے کا ہو، جو سچے پیر ہوں گے۔ پیرانِ پیر یقیناً ان کے آگے آگے ہونگے۔ سارے سلسلے ایک ہیں۔ سب ایک ہی لڑی کے موتی ہیں اور موتی جتنے سچے ہوں گے اتنے اچھے ہوں گے ورنہ اللہ سب کا بھلا کرے۔[۲]

● ـــــ نیکی کے کام میں خرچ کرنے کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو قرضہ دینا اور اللہ تعالیٰ اپنا قرضہ رقم ڈبل کر کے واپس کرتا ہے۔ اور جو اللہ کے نام میں کنجوسی کرتا ہے، اللہ اس کے مال میں سے رُوح نکال لیتا ہے یعنی جس کا مال ہے اسی کے کام نہیں آتا۔ کنجوسی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔[۳]

● ـــــ اگر تم کسی کے دُکھ، مجبوری، بیماری، پریشانی کو ہلکا کردو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری باری میں تمہارے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔[۴]

● ـــــ تعریف انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔ بیماری سے بدن کو نقصان ہوتا ہے اور تعریف سے پوری شخصیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ کسی کے اندر جو خوبی اور کمال ہوتا ہے ـــــ وہ اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ اپنی تعریف سن کر غرور مت کرو بلکہ اللہ کا شکر ادا کرو، ورنہ تمہاری شخصیت ہلاک ہو جائے گی۔[۵]

● ـــــ کسی بے قصور بندے کو بدنام کرنے والا اور بہتان لگانے والا اتنا گر جاتا ہے کہ اس کی شرعی گواہی کا حق بھی ختم ہو جاتا ہے ـــــ بہتان لگانے والے کی اولاد میں عیب پیدا ہو جاتا ہے۔[۶]

۱۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور): بابا جی علیہ الرحمہ کی یادیں۔ ص ۲۷۳

۲۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور): بابا جی علیہ الرحمہ کی یادیں۔ ص ۲۷۴

۳۔ ایضاً: ص ۲۷۴ ۔ ۴۔ ایضاً: ص ۲۷۴

۵۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعا ہی دعا تھے، ص ۲۹۷

۶۔ ایضاً: ص ۲۹۷

● ـــــــ بدزبانی کرنے والا بھی بدنصیب ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا بڑا گناہ ہے ـــــــ بدزبان آدمی کی پھٹکار اس کے والدین اور بہن بھائیوں پر پڑتی ہے اور بدزبان عورت کی پھٹکار اس کے شوہر اور اس کی اولاد پر پڑتی ہے ـــــــ برائی تھوڑی سی نقصان بہت بڑا۔[1]

● ـــــــ ایک بندے کا جتنا حق ہے اس سے زیادہ کرنا بھی احسان ہے ـــــــ یعنی حق نہ بھی ہو تو کسی کی پوری سچائی کے ساتھ مدد کرنے کا نام احسان ہے ـــــــ اور احسان والے سے زیادہ خیر ملتی ہے احسان کرنے والے کو۔[2]

ا۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۲۹۷

۲۔ ایضاً: ص ۲۹۸

اقوال

★ نعت سچے دل سے پڑھی جائے تو محبت ہے ورنہ شاعری۔

★ اپنی تعریف سن کر غرور مت کرو، ورنہ تمہاری شخصیت ہلاک ہو جائے گی۔

★ بیمار کی عیادت کرنا آسمانی کام ہے۔

★ ریاکاری میں شامل ہونے والی نیکی بے اجر ہو جاتی ہے۔

★ دُعا میں کوئی دکھاوا نہ ہو تو دُعا قبول ہو جاتی ہے۔

★ غُصّہ شیطانی وار ہے۔

★ دنیاوی مال و دولت سے ہمارا تعلق وہی ہے جو قُلی کا ہوتا ہے۔

★ ولی اور درویش کسی سے نفرت نہیں کرتے۔[۱]

★ ماں کی دعا میں بہت طاقت ہوتی ہے۔

★ تعریف انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔

★ جانور اور پودے بھی اسی زمین، اور اسی ہوا پانی میں رہنے والی مخلوق ہیں انسانوں کی طرح۔

★ بحث جیتنے والا دوست ہار جاتا ہے۔

★ مسلمان دنیا میں ہر جگہ رہ سکتا ہے۔

★ ولی درویش کے اندر کوئی خاص بات ہوگی جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی لیکن تمہارا دل اس کی طرف کھنچے گا اور تم اس پر توجہ دینے پر مجبور ہو جاؤ گے۔

★ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

★ وضو میں ہر کنارے کے اعضاء کو دھویا جاتا ہے۔

۱۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۷

★ اگر تم میری کسی بات سے مضبوط ہوتے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ کمزور بندے میں بھی طاقت ہوتی ہے۔

★ بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کے مزاج اور اس کے مقام کا خیال رکھے۔

★ اللہ کیلئے جو کام کرنا ہے تو اس طرح کہ دوسرے آدمی کو کیا؟ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔

★ اگر اللہ کو راضی رکھنا ہے تو اچھے انسان کا دل مت دُکھاؤ۔ بزرگوں کی بے ادبی مت کرو۔

★ زبان پر قابو رکھو یہی تمہارے دوست اور دشمن بناتی ہے۔

★ جھوٹ تمہاری طاقت کو کھا جاتا ہے اور اپنی طاقت پیدا کر لیتا ہے۔

★ جب تک ولی درویش نہ چاہیں کوئی ان کے قریب نہیں ہو سکتا۔

★ اگر سمجھدار ہو تو اپنی زبان سے ڈرو۔

★ اللہ کے کلام میں برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں رحمت ہے۔

★ ولی، درویش سے مل کر تمہیں سکون ملے گا، خوشی محسوس ہوگی۔

★ کسی ولی، درویش سے فائدہ اٹھانے والا اگر اس کے ساتھ گڑبڑ کر دے تو وہ سخت تباہی سے دوچار ہوتا ہے۔

★ دعا کرنے سے پہلے اپنے اعمال اور اپنی دُعا کو پرکھ لیا کرو۔

★ جو لوگ اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور اللہ کے بندوں کیلئے فرعون بھی بنے رہتے ہیں، ان کا کیا بنے گا؟

★ جھوٹ شیطانی سہارا ہے اور شیطان کی بندگی سب سے بڑا گناہ ہے۔

★ کسی نیک انسان کو بدنام کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

★ طریقت کے سارے سلسلے ایک ہیں۔ سب ایک ہی لڑی کے موتی ہیں، موتی جتنے سچے ہوں گے اتنے ہی اچھے ہوں گے۔

★ اللہ تعالیٰ کنجوس کے مال و دولت میں سے روح نکال لیتا ہے۔

★ اللہ کے نیک بندے کے ساتھ بے ادبی، بے ایمانی اور زیادتی کرنے والے کی سخت پکڑ ہوتی ہے لیکن اس طرح کہ دنیا دیکھتی ہے۔

★ علم ایسا فیض ہے جو تم حاصل بھی کر سکتے ہو اور جاری بھی کر سکتے ہو۔

★ کنجوسی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔

★ گھر میں اور تقریب میں جب ایک ہی وقت میں سب مل کر کھانا کھاتے ہیں تو کھانے میں برکت اور شفاء پیدا ہوتی ہے۔

★ ولی درویش اسی حالت میں ہوتے ہیں کہ عام لوگوں کے قریب رہ سکیں اور عوام بے دھڑک ان کے پاس آ سکیں۔

★ بڑھاپے میں والدین کی خدمت کرو گے تو یہ جہاد سے بھی افضل ہے۔

★ بہو اگر بیٹا بن کر سوچے گی تو پھر خیر ہی خیر ہے۔

★ ولی، درویش، سب کے دوست، بالکل بے لوث، خود کو سب سے کمزور جاننے والے اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم اور رحمتوں کی گواہی دینے والے ہوتے ہیں۔

★ ولی کو ولی کی خوشبو آتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔

★ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقت میرے احوال ہیں۔

★ جُرم کرنے والے اور ظلم کرنے والے کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔

★ غیبت کرنے والے سے بدبُو آنے لگتی ہے۔

★ ولی، درویش کی شان یہ ہے کہ وہ ہرگز ظاہر نہ کرے گا کہ میں بھی کچھ ہوں۔

★ ولی، درویش دو طرح کی زندگی گزارتے ہیں ایک دنیاوی اور ایک روحانی۔

★ تم اللہ کے نام پر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولو گے تو اللہ بھی تمہارے نام پر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولے گا۔

★ ولی، درویش کا کام انسانوں کی مدد کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔

★ ظلم کرنے والا اپنا جرمانہ ـــــ اپنے بدن، اپنی اولاد، اپنے رزق اور اپنی عزت میں سے ادا کرتا ہے۔

★ جس گھر میں یتیم کے ساتھ بھلائی ہوتی ہے وہاں رحمت ہوتی ہے۔

★ انبیاء کے وسیلے سے دعا مانگنا مستحب ہے۔

★ کمزوری اور نادانی میں غلطی ہو جاتی ہے۔ معافی مانگ لو گے، توبہ کرلو گے تو معافی ہو بھی سکتی ہے۔

★ کوشش کر کے کوئی ولی درویش نہیں بن سکتا کیونکہ یہ تو اللہ کی دین ہے جسے چاہے نواز دے۔

★ خاص لوگ عالم بالا کی دنیاؤں میں چل پھر سکتے ہیں چاہے وہ گزرے زمانے کی دنیا ہو۔ چاہے موجود روحی دنیا ہو یا مستقبل کی دنیا ہو۔

★ دعا کے سوا انسان کے پاس ایسی اور کوئی چیز نہیں ہے جو اسکی تقدیر کو بدل سکے۔

★ ادب کے بغیر عشق نہیں ہوتا اور عشق کے بغیر ادب نہیں ہوتا۔

★ اللہ اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا بندے کے دل میں اس کے لئے خیال ہوتا ہے۔

★ ولی، درویش کو تم سے کوئی لالچ، کوئی غرض نہیں ہوگی۔

★ خاص لوگ اپنے زمانے اور اپنی دنیا کے ساتھ ساتھ ہر زمانے اور ہر دنیا کے باسی ہوتے ہیں۔

★ ولی، درویش چاہے کیسا بھی لگے لیکن اس کے ذریعے اللہ کا کرم آپ کے واسطے فیض بن جائے گا، اگر آپ لینے والے بن سکے تو۔

★ ایمان ادب ہے، عشق ادب ہے اور دنیاداری بھی ادب ہے۔ ادب کے بنا سب گڑبڑ ہے۔

★ اللہ کو کریم جانو گے تو وہ کرم کرے گا، رحیم مانو گے تو وہ رحم کرے گا۔

★ اچھا کرتے رہو، چاہے تھوڑا ہی ہو۔

★ اللہ تعالیٰ کسی کے اچھے کام کو ضائع نہیں کرتا۔

★ خاکساری کا مطلب ہے کہ حیثیت ہو پھر بھی عاجزی رکھے۔

★ اللہ کے نام پر خاکساری کرنے والے کو بلندی عطا ہوتی ہے۔

★ حقیقت والوں کے سارے احوال اللہ کی طرف سے اور اللہ کیلئے ہوتے ہیں۔

★ ولی، درویش کا دیکھنا، ہنسنا، بولنا، سلوک، قربت، دُعا سب فیض ہے۔

★ اللہ نے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جیسی نوازشات کیں ویسا کسی بھی زمانے میں، کسی انسان کو کیا؟ کسی نبی کو بھی نہیں نوازا گیا۔

★ روحانی لوگ اپنی غیب قوت کو اپنی ذات اور ذاتی مقاصد کیلئے استعمال نہیں کرتے۔

★ روحانی لوگوں کو دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز بھی نہیں لبھا سکے گی۔

★ ولی اور درویش نہ کسی سے ناراض ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی کے لئے بددعا کرتے ہیں۔

★ خاص بندہ آپ کو اس طرح ملے گا جیسے آپ کو پہلے سے جانتا ہے۔

★ ولی، درویش کسی کو برا کہہ کر خود کو اچھا ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

★ خاص لوگ ہر زمانے میں مخلوق خدا اور اُمت محمدی کی خدمت کیلئے موجود رہیں گے۔

★ علم والے کو سخی ہونا چاہیے تاکہ اپنا بھی بھلا کرے اور دوسروں کا بھی۔

★ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شریعت میرے اقوال ہیں۔

★ سزا قریب ہو جائے تو دل ——— دُعا پر یقین نہیں کرتا۔

★ ولی، درویش آپ کے اوپر کوئی رعب نہیں ڈالے گا، آپ کو بالکل نہیں ڈرائے گا، کبھی بددعا نہیں دے گا۔

★ سب سے اچھا راستہ درمیانگی (اعتدال) کا ہے۔

★ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سمجھ داری عطا کرتا ہے۔

★ جس سے دل بندھ جائے اس کو پیر (مرشد) بنالو چاہے کسی بھی سلسلے کا ہو۔

★ غیر مسلم کے ساتھ انسانی حقوق کا رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔

★ اولاد اپنے والدین کا ادب کرے اور خدمت کرے۔

★ غیر مسلم پڑوسی کو بھی پڑوس کے پورے حقوق حاصل ہیں۔

★ انسانی اخلاق کو قائم رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

★ اللہ تعالیٰ حسد کرنے والے کو بے طاقت کرتا رہتا ہے۔

★ دوست تمہارا آئینہ ہے اور تم دوست کا آئینہ۔

★ موافق روحیں دوست بنتی ہیں۔

★ دوستی کے بیچ بحث کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔

★ دوستی تو مان لینے کا نام ہے۔

★ نیکی کے کام میں خرچ کرنے کا مطلب ہے اللہ کو قرضہ دینا۔

★ ولی، درویش سے مل کر تم کو اللہ کی رحمتوں کا یقین آنے لگے گا اور مشکل آسان ہو جانے کی امید بندھ جائے گی۔

★ ولی، درویش خود کو کمزور اور کمتر کہے گا اور دوسروں کو اچھا کہے گا۔

★ زمین کے ایک ایک انچ کی شخصیت اور مزاج ہے اور ویسا ہی اس کا اثر ہے۔ جیسی جگہ ویسا اثر۔

★ جس پڑوسی کا دروازہ اور دیوار زیادہ قریب ہو اس کا حق زیادہ ہے۔

★ اولاد کو اپنی غربت اور انا کے واسطے قتل مت کرو۔

★ انتظار دوستی کی سچائی کا ثبوت ہے۔

★ جب شیطان بندے کے اندر داخل ہو جاتا ہے تو بندہ دوسروں کی ٹوہ میں لگ جاتا ہے۔

★ بحث شروع ہو جائے تو دوستی ختم ہونے لگتی ہے۔

★ وہ بڑا سخی ہے جس نے علم سیکھا اور پھیلایا۔

★ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ طریقت میرے افعال ہیں۔[۱]

۱۔ محمد طفیل مدنی بھٹی (لاہور): ''اقوال باباجی غلام رسول علیہ الرحمۃ''۔ ص ۳۰۰ تا ۳۴۵

ملفوظات

● ـــــــ یہ جو مال دولت ہوتا ہے ناں، ہم اس کے مالک کبھی نہیں بن سکتے کیونکہ ہم اس کو اپنے ساتھ کہیں نہیں لے جا سکتے ـــــــ ہم یہاں صرف قلی بن سکتے ہیں ـــــــ قلی سمجھتے ہو ناں! قلی کیا کرتا ہے؟ اِدھر کا سامان اُدھر اور اُدھر کا سامان اِدھر رکھ دیتا ہے، بس ـــــــ پھر چلا جاتا ہے ـــــــ ہم بھی قلی کی طرح اپنا کمایا ہوا، اپنا حاصل کیا ہوا، قبضہ کیا ہوا مال و دولت اِدھر سے اُدھر اٹھا کر رکھتے رہتے ہیں، پھر وہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ـــــــ مر جاتے ہیں۔[۱]

● ـــــــ ابھی تک انسان پورا ٹھیک نہیں ہے۔ ابھی تو بہت صدیاں گزریں گی پھر جا کر انسان انسان بنے گا ـــــــ ابھی دنیا میں لاکھوں انسان جنگلی ہیں، جو جنگلوں میں رہتے ہیں اور ان سے بھی لاکھوں زیادہ ایسے جنگلی دنیا بھر کے شہروں میں موجود ہیں جو دوسروں کا احساس نہیں کرتے۔ بس اپنی ہوس اور لالچ میں دوسروں پر جھپٹتے رہتے ہیں ـــــــ لاکھوں انسان ابھی اندھے ہیں جن کی آنکھیں ابھی نہیں لیکن آنکھوں والے لاکھوں اندھے ایسے بھی ہیں جو اپنے عیب نہیں دیکھ سکتے۔ بس دوسروں میں ان کو عیب ہی عیب دکھائی دیتے ہیں ـــــــ اور لاکھوں بہرے ہیں اس دنیا میں لیکن ان سے بھی لاکھوں زیادہ ایسے بہرے ہیں جو حق بات نہیں سن سکتے۔ بس اپنی تعریف اور خوشامد ان کو خوب سنائی دیتی ہے۔[۲]

● ـــــــ اللہ کے کلام میں برکت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں رحمت ہے۔ حضرت کعب بن زہیر نے جب نعتیہ قصیدہ لکھا تو میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کا عظیم تحفہ ان کو عطا فرمایا ـــــــ بلکہ قصیدہ بردہ شریف والے محمد بن سعید بوصیری کو بھی خواب میں ویسی ہی چادر مبارک عطا فرمائی ـــــــ بولو کم اہمیت ہے؟ کم مقام ہے؟ رحمت ہی رحمت ہیں سرکار رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔[۳]

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۳۲

۲۔ ایضاً: ص ۱۳۲ ۔۔۔ ۳۔ ایضاً: ص ۱۳۳

● ـــــ کیونکہ جیسا زمانہ ہوتا ہے، درویش اسی زمانے کے مطابق لباس، حلیہ، زبان کے ساتھ ملتا ہے، اور ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے قریب رہ سکے اور عوام بے دھڑک اس کے پاس آسکیں ـــــ سب کا دوست، بالکل بے لوث، خود کو سب سے کمزور جاننے والا ـــــ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کی رحمتوں کی گواہی دینے والا ـــــ کسی بھی حلیے میں، کسی بھی حیثیت میں ہوسکتا ہے۔ لیکن توجہ ادھر جائے گی ضرور۔ اس کے اندر کی غیبی شخصیت چھپانے پر بھی اپنا اثر کرے گی اور وہ چاہے کیسا بھی لگے لیکن اس کے ذریعے اللہ کا کرم آپ کے واسطے فیض بن جائے گا۔ اگر آپ لینے والے بن جاؤ تو ـــــ لیکن ظاہر نہ کرے گا کہ میں بھی کچھ ہوں۔[۱]

● ـــــ یہ ہستیاں اور یہ خاص لوگ جن حالات میں اور جن نظاروں میں زندگی گزارتے ہیں ـــــ عام لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ عقل تو فیل ہے کیونکہ عقل صرف اپنے زمانے کی دنیا کے معاملات کو سمجھ سکتی ہے اور اپنے پانچوں حواس کے ذریعے بس ـــــ لیکن یہ خاص لوگ اپنے زمانے یعنی اپنے حواس سے محسوس ہونے والی دنیا کے علاوہ ہر دنیا کے باسی ہوتے ہیں اور ہر زمانے میں جی رہے ہوتے ہیں۔[۲]

● ـــــ زمانے تین تو سب جانتے ہیں۔ عام آدمی موجودہ زمانے میں اپنی عقل کے ساتھ زندہ رہتا ہے اور اس کے پاس گزرے ہوئے زمانے کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں بس ـــــ اسی طرح دنیائیں دو طرح کی ہیں ایک جو یہ دنیا ہے عالم سفلی، جس میں عام اور خاص سب پیدا ہوتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں، زندگی گزارتے ہیں ـــــ لیکن ایک عالم بالا بھی ہے یعنی روحی دنیا۔ اس میں ہماری دنیا جیسی جیتی جاگتی بے شمار دنیائیں ہیں لیکن صرف خاص لوگ ہی عالم بالا کی دنیاؤں میں چل پھر سکتے ہیں۔ چاہے وہ گزرے زمانے کی ہو، چاہے موجودہ روحی دنیا ہو یا مستقبل کی دنیا۔[۳]

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۳۵۔۱۳۶
۲۔ ایضاً: ص ۱۳۷ ۳۔ ایضاً: ص ۱۳۷

● ـــــ حواسِ خمسہ کے ذریعے عام انسان جس دنیا کا احساس اور علم رکھتا ہے وہ عالم سفلی ہے ــــــ اسکے علاوہ سب کچھ عالم بالا ہے یعنی جو عام انسان کے حواس سے بالا ہے میں ایک واقعہ بتاتا ہوں:۔ میرے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار دریا کے اندر اپنے ایک ہاتھ کی انگلی کو ڈبو دیا پھر باہر نکال کر فرمایا:۔ کہ میری انگلی کو جتنا پانی لگا ہے سمجھو کہ یہ عالم سفلی ہے یعنی یہ دنیا ــــــ باقی سارا عالم بالا ہے جتنا کہ یہ دریا ہے[1]

● ـــــ بھائی صاحب! یہ غیبی روحانی معاملہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ غیب کا مالک تو اللہ ہے ناں! وہ جن لوگوں کو اس کام کے واسطے پسند کر لیتا ہے، بس وہی نوازے جاتے ہیں ــــــ چاہے وہ کوئی ہوں ۔ان کی عمر، ان کی شکل، ان کی بولی، ان کا پیشہ، ان کی برادری کوئی بھی ہو۔ وہ اس کے آرڈر کے اندر چلتے رہتے ہیں ــــــ دو طرح کی زندگی گزارتے رہتے ہیں: ایک دنیاوی اور ایک روحانی۔ ایک رول عام آدمی کی طرح جس کا ان کو بھی حساب دینا پڑے گا ــــــ اور دوسرے رول اللہ تعالیٰ کی مرضی کا جو غیبی نوازش ہوئی۔ اس کی ڈیوٹی پوری کرنی ہوتی ہے ــــــ لیکن دونوں کا حساب سوت برابر رکھنا ہوتا ہے، اگر دنیاوی توجہ زیادہ ہوئی تو غیبی صلاحیت چھن جائے گی اگر روحانی کام میں زیادہ پڑ گیا تو دنیا مجذوب کہے گی۔ دونوں کام برابر لے کے چلنا ہوتا ہے۔[2]

● ـــــ ہاں! رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات اور چیز ہیں ــــــ اور ان حالات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن احوال سے گزرے وہ اور چیز ہیں ــــــ سمجھتے ہو ناں! حالات میں اور احوال میں فرق ہوتا ہے ــــــ حالات واقعہ ہوتے ہیں اور احوال کیفیت ہوتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیاوی حالات میں جن روحانی اور الہامی احوال سے گزرے، انہی احوال سے معرفت اور حقیقت والوں کو گزرنا ہوتا ہے ــــــ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو کسی حال سے اللہ والے خاص لوگ گزرتے ہیں

۱۔ اظہار الحق (کراچی): میں پھر ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۳۸

۲۔ ایضاً: ص ۱۴۰

ـــــــ ذرا سوچ کر دیکھو میرے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن کن حالات میں کس کس حال سے گزرے ہوں گے ـــــــ ان کے احوال کا اندازہ کرو۔[۱]

● ـــــــ جن لوگوں کو غیبی ڈیوٹی دی جاتی ہے چاہے وہ ولی ہوں، قلندر ہوں، درویش فقیر ہوں ـــــــ ان کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سے گزرنا پڑتا ہے جیسے ڈیوٹی ہوتی ہے، ویسے ہی احوال سے گزرنا پڑتا ہے۔ جیسے ڈیوٹی ہوتی ہے، ویسے ہی احوال سے گزارا جاتا ہے ـــــــ اور لوگ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سے گزرتے ہیں، ان کی انسانی، روحانی اور غیبی کیفیتوں کا کیا عالم ہوتا ہوگا؟ سوچو ـــــــ کیا ایسے لوگوں کو قیمتی سے قیمتی چیز بھی لبھا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ـــــــ وہ تو غیبی طاقت کے ساتھ اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کی مخلوق کیلئے اپنی خاص ڈیوٹی ادا کرنے کی لگن میں رہتے ہیں ـــــــ یاد رکھنا یہ لوگ اپنی غیبی قوت کو اپنی ذات اور اپنے مقاصد کے لیے استعمال نہیں کر سکتے، کیونکہ غیبی قوت ان کی ذاتی کمائی نہیں ہے ـــــــ انہوں نے کوشش کر کے حاصل نہیں کی بلکہ ڈیوٹی پوری کرنے کے لئے عطا کی جاتی ہے۔[۱]

● ـــــــ بتا چکا ہوں کہ شریعت علم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شریعت میرے اقوال ہیں: یعنی قرآن اور حدیث۔ یہ علم عام لوگ کوشش کر کے حاصل کر سکتے ہیں اور بڑے علماء اور مولوی بن سکتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی یہ علم سکھا سکتے ہیں۔ طریقت کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ طریقت میرے افعال ہیں۔ اسوۂ حسنہ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تصوف والے اور پیرانِ طریقت کوشش کر کے جو طریقے اپنا سکتے ہیں وہ دوسروں کو بھی سکھا سکتے ہیں ـــــــ لیکن حقیقت و معرفت کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ یہ روحانی اور غیبی معاملہ ہے جو کوشش کر کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور صرف غیبی ڈیوٹی پورے کرنے کیلئے عطا ہوتا ہے ـــــــ عالم کا معاملہ صرف ان

۱۔ اظہار الحق (کراچی): میں پھر ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۴۱

لوگوں سے ہوتا ہے جو اس کی بات کو سمجھتے ہیں۔ مولوی کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہوتا ہے جو اس کی مسجد میں آتے ہیں۔ پیر صاحب کا حلقہ اتنا ہی ہوتا ہے، جتنے ان کے مرید ہوتے ہیں ——— لیکن ان غیبی لوگوں کے تعلق اللہ کی تمام مخلوق، تمام بندوں سے ہوتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے تو تعلق بہت زیادہ ہے۔[1]

● ——— خاص بندہ آپ کو اس طرح ملے گا جیسے آپ کو پہلے سے جانتا ہے ——— آپ سے اللہ کے نام پر ملے گا یعنی اس کے لئے کوئی تعارف، تعلق، رشتہ، برادری کا چکر نہیں ہے ——— آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ملے گا ——— بہت شفقت محبت اور دوستی کے ساتھ ملے گا ——— کسی قسم کا دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ دعا کرے گا ——— کسی کو برا کہہ کر خود کو اچھا ثابت نہیں کرے گا، بلکہ خود کو کمزور اور کمتر کہے گا، دوسروں کو اچھا کہے گا ——— پریشانی کے وقت آپ کو زیادہ توجہ دے گا، مشکل آسان ہو جائے گی تو پھر آپ کے اوپر کوئی رعب نہیں ڈالے گا ——— آپ کو بالکل نہیں ڈرائے گا ——— کبھی بددعا نہیں دے گا ——— اور جو کچھ بھی تمہارے اوپر کرم ہو گا وہ کہے گا کہ سب کچھ اللہ نے کیا ——— یہ نہیں کہے گا کہ میں نے کیا وہ کیا ——— اس کے اندر کوئی خاص بات ہو گی جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا لیکن تمہارا دل اس کی طرف کھنچے گا اور تم اس پر توجہ دینے پر مجبور ہو جاؤ گے ——— اس کے ہر انداز میں غیبی تاثیر ہوتی ہے۔ اس سے مل کر تمہیں سکون ملے گا، خوشی محسوس ہو گی۔ اللہ کی رحمتوں کا یقین آنے لگے گا۔ مشکل آسان ہونے کی امید بندھ جائے گی۔ اگر آپ اس کو نہ بھی سمجھ پاؤ گے، اگر اس پر شک اور وسوسہ بھی کرو گے اور ان کے خلاف کسی کی باتوں میں بھی آ جاؤ گے۔ تو بھی تمہارے دل کے اندر ایک تاثیر تم کو اس کی طرف کھینچتی رہے گی اور دل کے اندر ایک آواز آتی رہے گی کہ اس کے پاس چلو اس سے اپنی غلط سوچ کی معافی مانگو اس سے فیض حاصل کرو ——— یہی تاثیر اصل غیبی چیز ہے جو عام انسان کو عطا نہیں کی جاتی۔[2]

۱۔ اظہار الحق، (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۴۴

۲۔ ایضاً ص ۱۴۵۔۱۴۶

● ــــــ باقی باتیں تو سارے مسلمان جانتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن باتوں کو پسند کرتے ہیں اور کن باتوں سے ناراض ہو جاتے ہیں ــــــ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بندے سے بالکل راضی نہیں ہوتے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے ــــــ اور اس بندے سے بھی بالکل راضی نہیں ہوتے جو والدین کا نافرمان ہے سوائے اس بات کے کہ اس کے والدین اس کو کفر پر مجبور کریں۔ بوڑھے والدین کا خیال نہ رکھنے والی اولاد سے تو سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی ناراض ہوتے ہیں۔[۱]

دوسروں کی عزت کرنے والے اور تواضع کرنے والے میں خاکساری کی شان پیدا ہو جاتی ہے، اور اللہ کے نام پر خاکساری کرنے والے کو بلندی عطا ہو جاتی ہے ــــــ خاکساری کا مطلب ہے کہ حیثیت ہو پھر بھی عاجزی رکھے۔[۲]

● ــــــ فیض تو جاری ہے ہر وقت ــــــ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے رات دن انسانوں کیلئے خیر اور نوازشات پوری کائنات میں جاری ہیں ــــــ بات یہ ہے کہ انسان لینے والا بنے ــــــ ہر چیز کے لینے کا اپنا طریقہ ہے۔ جس کو جتنے طریقے آتے ہیں، وہ اتنا زیادہ لے لیتا ہے۔[۳]

● ــــــ روشنی لینے کا طریقہ اور ہے، ہوا لینے کا طریقہ اور ہے ــــــ پانی لینے کا طریقہ اور ہے، خوراک لینے کا طریقہ اور ہے ــــــ حرارت لینے کا طریقہ اور ہے ــــــ آواز لینے کا طریقہ اور ہے ــــــ توجہ لینے کا طریقہ اور ہے ــــــ محبت لینے کا طریقہ اور ہے۔[۴]

● ــــــ اسماعیل نے اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ بنایا لیکن میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بغیر خانہ کعبہ کو اللہ کے نام سے آباد کر دیا ــــــ اس زمین پر تین جگہیں نبیوں کی ہیں: خانہ کعبہ، روحا

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۵۴

۲۔ ایضاً: ص ۱۵۴۔۱۵۵

۳۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۹ ۴۔ ایضاً: ص ۲۲۹

اور بیت المقدس۔ اتنی بڑی زمین پر ٹوٹل بس یہ تین ٹکڑے۔ وہ (اللہ) ہی بہتر جانتا ہے کہ ان تینوں جگہوں کا مقام کیا ہے؟"[۱]

● ـــــ اچھا سلوک دو گے تو یہ ہی دونوں کے حق میں بہتر ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کا لباس، ایک دوسرے کا پردہ اور ایک دوسرے کی تکمیل ہو ـــــ بیوی کو لازم ہے کہ شوہر کی فرمانبرداری کرے، اپنے بدن میں خیانت نہ کرے اور شوہر کی ہر چیز کی حفاظت کرے ـــــ بدزبان بیوی بدنصیب ہوتی ہے ـــــ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب صحابی نے عرض کیا کہ اس کی بیوی سخت بدزبان ہے اور وہ اس سے تنگ آچکا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ـــــ "طلاق دے دو۔" اسی طرح اگر مرد کو نا اہل پائے تو وہ علیحدگی کا دعویٰ کرسکتی ہے۔[۲]

● ـــــ عورت کے بارے میں مرد کو اللہ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ وہ اس کے بس میں دی گئی ہے اگر وہ اچھی بیوی ہے تو اس کھلانے، پہنانے اور خوش رکھنے کی نیکی کرو، کیونکہ بیوی کا حق شوہر پر ویسا ہی ہے۔ جیسا شوہر کا بیوی پر ہے ـــــ لیکن شوہر کو بیوی پر ایک منزل بڑائی دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ اس کا نگران، اس کا مالک ہے اور اس کو پالتا ہے۔[۳]

● ـــــ پُتر جی! دُعا سادگی سے ہونی چاہیے اس کے لئے کوئی ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لمبا چوڑا رنگ برنگا حُلیہ بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی نمازوں کا رُعب دکھانے، اپنی داڑھی کا شو کرنے اور الفاظ کا فیشن کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دل کا حال تو اللہ تعالیٰ جانتا ہی ہے۔ عاجزی وسادگی سے کم الفاظ میں اپنی زبان سے بھی اس کی کبریائی کو تسلیم کرو اور اپنی زندگی کا واسطہ دے کر اس کا رحم وکرم طلب کرو۔ منزل آسان ہو جائے گی۔[۴]

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۴۵

۲۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۲۹۹

۳۔ ایضاً: ص ۲۹۹

۴۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۶

پند و نصائح

● ——ادب کیا کرو۔ادب ایمان ہے، ادب عشق ہے، اور ادب ہی دنیاداری ہے۔سمجھ گئے صاحب جی؟ سمجھ نہ آیا ہو تو یوں سمجھو کہ ایمان ادب ہے۔ عشق ادب ہے، اور دنیاداری بھی ادب ہے——ادب کے بنا گڑبڑ ہے[۱]

● ——میں تو ادب کی بات کرتا ہوں۔ادب کرنا ضروری ہے—— عشق میں کیا جائز ہے؟ یہ تو عشق والا ہی جانتا ہے لیکن ادب کے بغیر عشق نہیں ہوتا——اور عشق کے بغیر ادب نہیں ہوتا——عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ام المومنین) کی میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور ادب کی ایک بات سنو—— کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بہت عرصہ بعد بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ حال تھا کہ —— کوئی بندہ کسی بھی ضرورت کے تحت مسجدِ نبوی میں کیل ٹھونکنا چاہتا تو آپ منع فرمادیتی تھیں —— کہ اس کی ٹھک ٹھک سے میرے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے[۲]

● ——یتیموں کو باپ کی طرح شفقت دو۔یتیم کے حق اور اس کے حال میں گڑبڑ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے لڑائی کرنے والا ہوتا ہے۔جس گھر میں یتیم کے ساتھ بھلائی ہوتی ہے وہاں رحمت ہے۔اور جو یتیم کے ساتھ بدسلوکی کرے وہ لعنت پاتا ہے[۳]

● —— کسی کی ایسی بات جس کا ذکر وہ خود پسند نہیں کرتا—— لیکن تم سب کو بتاتے پھرتے ہو——مردہ انسان کی بو زندہ انسان میں آنے لگتی ہے، اور انجام کیا؟ تانبے کے ناخن ہوں گے اور وہ اپنا منہ اور سینہ کھرچ رہا ہوگا کہ ہائے یہ میں نے کیا کیا تھا——اور ساری خلقت دیکھ رہی ہوگی[۴]

۱۔اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ص ۱۵۲

۲۔ایضاً: ص ۱۵۲ ۳۔ایضاً: ص ۱۵۳

۴۔ایضاً: ص ۱۵۳

● ——— اللہ تعالیٰ کسی کے اچھے کام کو ضائع نہیں کرتا۔ اچھا کرتے رہو چاہے تھوڑا ہی کرو، لیکن کرتے رہو، جیسے میں ایک کمزور بندہ ——— لیکن بلیوں کی خدمت آخری دم تک کرتا رہوں گا، انشاء اللہ۔ ۱

● ——— اولاد اپنے والدین کا ادب کرے، ان کی خدمت کرے۔ والدین اپنی اولاد سے شفقت کریں ——— اولاد کو اپنی غربت اور انا کی وجہ سے قتل مت کرو۔ اپنی لڑکیوں کی اچھی پرورش اور اچھی تربیت کرنے والے والدین سے میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوتے ہیں ——— ماں اپنے بچے کو کم سے کم ۳۰ ماہ اپنا دودھ پلائے تو اس میں بڑی مصلحت ہے۔ اور بولوں؟ اولاد کو اچھی تعلیم، اچھی تربیت دینا اور کارآمد انسان بنانا والدین پر لازم ہے۔ ۲

● ——— حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھو اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو، لیکن خیال رہے کہ نقل کرنے اور پیروی کرنے میں فرق ہوتا ہے ——— حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت تو قرآن پاک کا عملی نمونہ ہے ——— جتنا زیادہ کر سکو گے، اتنے زیادہ شکر اور خوشی سے مالا مال ہو جاؤ گے۔ ۳

● ——— نماز پڑھو، عبادت کرو ثابت کر سکو کہ وہ اللہ ہے اور تم اس کے بندے ——— لیکن جو لوگ عبادتیں بھی کرتے جاتے ہیں اور فرعون کی طرح دوسرے انسانوں پر جبر، ظلم، زیادتی اور ناانصافی بھی کرتے رہتے ہیں، ان کا کیا بنے گا؟ ۴

● ——— دعا ضرور کرو لیکن کرنے سے پہلے اپنے اعمال اور جو دعا کرنے لگے ہو اس کو پرکھ لو، اور سوچ لو، کیونکہ دعا کے عالم میں بندہ اپنے رب کے حضور پیش ہوتا ہے اور رب اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ۵

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۵۵
۲۔ ایضاً: ص ۲۲۵ ۳۔ ایضاً: ص ۲۲۵
۴۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۷۳
۵۔ ایضاً: ص ۲۷۳

● ـــــ ماں اگر زندہ ہے تو اسکے ساتھ نیکی کرو۔ اللہ کی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی اوران کا ادب کرنے والے کی خیر ہے۔ بڑھاپے میں والدین کی خدمت کروگے تو یہ جہاد سے بھی افضل ہے۔ بہو اگر بیٹا بن کر سوچے گی تو پھر خیر ہی خیر ہے۔[۱]

● ـــــ بات کرنے سے پہلے سلام کرو ـــــ پھر محبت اور ادب سے بات کرو چاہے خوشی کی ہو، چاہے کچھ اور ہو ـــــ سامنے والے کا اصل نام لو یا اس کو اچھے لفظ سے پکارو ـــــ ایسا کروگے تو رزق میں بھی برکت ہوگی اور عزت میں بھی اضافہ ہوگا۔[۲]

● ـــــ جس لڑکی میں، عورت میں عفت نہیں ہے۔ پاکدامنی نہیں ہے وہ خراب ہے ـــــ اپنے گھر کی لڑکیوں اور عورتوں کو روکو کہ بناؤ سنگھار کر کے وہ باہر نہ پھریں، ورنہ ان کی عفت، پاکدامنی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔[۳]

● ـــــ لڑکوں مردوں کو بھی عورت کی عفت کا خیال رکھنا چاہیے۔ کسی عورت پر اتفاقاً نظر پڑ جائے تو گناہ نہیں، لیکن دوسری نظر ڈالنا گناہ ہے کیونکہ وہ شہوت کی خواہش سے ڈالی جاتی ہے، اور اس کا گناہ ـــــ زنا کے برابر ہوتا ہے۔ نکاح میں آجانے والی عورت دوسرے مردوں پر حرام ہوتی ہے۔[۴]

● ـــــ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، نوافل، ذکر، وظیفے، چلّے؟ ـــــ فرمایا کہ یہ سب تو عبادت کے طریقے ہیں اور عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کہ بندہ اپنے رب پر ایمان کا اظہار کرتا رہے ـــــ لیکن راضی کرنا اور راضی ہونا بالکل الگ معاملہ ہے ـــــ کروڑوں سال کی عبادت ایک ذرا سی ناراضگی پر ضائع کر دی گئی اور شیطان بنا دیا گیا ـــــ لیکن جس سے وہ راضی ہو جائے، اس کا کیا کہنا ـــــ کسی بھی حالت میں راضی کر لینا اصل کام ہے ـــــ بندے کا دل مت دکھاؤ، بزرگوں کی بے ادبی مت کرو، محسنوں سے احسان فراموشی

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۷۴

۲۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۲۹۷

۳۔ ایضاً: ص ۲۹۷۔۲۹۸ ۴۔ ایضاً: ص ۲۹۹

مت کرو، اپنی غرض کے واسطے کسی کو بدنام مت کرو، کسی کی بد دعا مت لو، اللہ کے بندوں کو راضی رکھو، اللہ تم سے راضی ہو جائے گا۔[۱]

● ——دعا کرتے ہوئے خیال رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عرض کر رہے ہو یا سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو؟——اللہ تعالیٰ پر اپنے عاجزی ظاہر کرتے ہو یا قریب بیٹھے ہوئے لوگوں پر رُعب جما رہے ہو۔[۲]

● ——اگر سمجھ دار ہو تو اپنی زبان سے ڈرو۔ یہی تم کو اچھا اور برا بناتی ہے —— کامیاب اور ناکام بناتی ہے ——یہ تمہارے دوست اور دشمن بناتی ہے ——اللہ تعالیٰ کے بعد اگر کسی سے ڈرنا ہے تو اپنی زبان سے ڈرو ——اللہ پر زور نہیں لیکن زبان کو تم چاہو تو قابو میں رکھ سکتے ہو۔[۳]

● ——دوسروں کو دکھا کر عبادت کرو گے اور صدقہ خیرات کرو گے تو پھر یہ ریا کاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے جو کام کرنا ہے تو چھپا کر کرنا ہوگا۔ کہ دوسرے آدمی کو کیا؟—— دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو ——ریاکاری میں شامل ہونے والی نیکی بے اجر ہوتی ہے۔[۴]

● ——جب شیطان بندے کے اندر داخل ہو جائے تو وہ دوسروں کی ٹوہ میں لگ جاتا ہے۔ اس طرح بدگمانی پیدا ہوتی ہے، اور بدگمانی کرنے والا سب سے بڑا جھوٹا اور بہت بڑا گنہگار ہے جو دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور دوزخ کی آگ اس کا انتظار کرنا شروع کر دیتی ہے۔[۵]

● —— کمزوروں اور چھوٹوں پر رحم نہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا۔ گھوڑا بھی اپنے بچے پر پاؤں نہیں رکھتا تو پھر ——انسان اگر بے رحم ہے تو اس کو ——سزا کیوں نہیں ملے گی۔[۶]

۱۔عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ؟۔ص ۳۱۶

۲۔ایضاً: ص ۳۱۷ ۳، ۴۔ایضاً: ص ۳۲۱

۵، ۶۔ایضاً: ص ۳۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرامات

● ——راجیو گاندھی جب بھارت کا وزیر اعظم تھا تو اس نے راجستھان کے بارڈر پر بہت سی فوج جمع کر دی تھی اور یوں لگتا تھا کہ پاکستان پر حملہ ہونے والا ہے۔ ان دنوں بابا جی نے صدر ضیاء الحق کو پیغام بھیجا کہ وہ خواجہ غریب نواز کی خدمت میں جائیں۔ صدر صاحب فوراً جے پور میں میچ کے بہانے پہنچے اور سلطان الہند کے دربار میں حاضری کے بعد جے پور میں راجیو گاندھی سے ملے اور انہیں اس طرح کا جملہ کہا:

''سنا ہے کہ آپ پاکستان آنے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں، شوق سے آیئے ہم استقبال کیلئے موجود ہوں گے۔''

اس کے چند دنوں بعد بھارتی فوجیں راجستھان کے بارڈر سے واپس چلی گئی تھیں [۱]

● ——ایک مرتبہ جب ملک میں فتنۂ قادیانیت فروغ پا رہا تھا۔ تو میں نے اپنے ایک دوست چودھری فتح محمد بٹالوی (انہوں نے ۶۰ حج کیے تھے) کے ذریعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام چٹھی لکھی کہ:

''مشکلات ہیں، رکاوٹیں ہیں آپ توجہ فرمائیں تاکہ رکاوٹیں دور ہوں۔''

چودھری فتح محمد صاحب نے مدینے پاک میں مقیم بزرگ بابا جی غلام رسول سے بات کی تو انہوں نے فرمایا:

''میں نیازی کو جانتا ہوں، وہ طرّے والا نیازی، میں نے اسے پچھلے سال دیکھا تھا۔ میں رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کروں گا، صبح پوچھ لینا۔''

اس پر چودھری صاحب نے دوسرے روز پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''اس کو لکھ دو کہ رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔''

اور واقعی اس کے بعد ہماری مشکلات دور ہو گئیں۔ ہمارے تین دوستوں نے عالمی دورے کا

۱۔ حفیظ تائب (لاہور): پیشوائی ص ۲۱

بندوبست کیا، نوے ہزار روپے جمع ہو گئے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صاحب، پروفیسر شاہ فرید الحق اور خاکسار (مولانا عبدالستار خان نیازی) دورے پر گئے۔[۱]

● ــــــ میں ۱۹۷۶ء میں جب باباجی کے پاس مدینہ پاک گیا تو میں نے عرض کی کہ:

"میں اپنی بیوی کو ریاض بلانا چاہتا ہوں۔ آپ اجازت عنایت فرمائیں۔"

کہنے لگے "طفیل میاں! کل بتاؤں گا ـــــ پھر میں ان کے پاس دوبارہ گیا تو کہنے لگے کہ:

"آپ اپنی بیوی کو اب بلالو اور اللہ نے چاہا تو آتے ہی اللہ کوئی کھلونا بھی عطا کردے گا۔"

۱۹۷۶ء کے آخر میں میری بیوی ریاض پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے باباجی کی دعاؤں اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے مئی ۱۹۷۷ء میں گیارہ سال بعد بچی عطا فرمائی، یہ میری بچی ریاض میں پیدا ہوئی۔ باباجی کے پاس مدینہ پاک گیا۔ نام رکھنے کی درخواست کی انہوں نے بچی کا نام تجویز فرمایا۔ پھر ۱۹۷۸ء میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا، پھر ۱۹۸۰ء میں خدا نے بیٹی عطا فرمائی پھر آخر میں بیٹا ـــــ اس طرح پردیس میں تھوڑا سا گھبرا گیا تو باباجی کے پاس گیا اور کہا کہ یہ تو کچھ زیادہ ہی کرم ہو گیا تو پھر فرمانے لگے کہ:

"جب سرکار نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نظر کرم ہوتی ہے تو ایسے ہی ہوتی ہے تم اتنی جلدی گھبرا گئے ہو۔"

میں نے کہا: "اتنے ذرائع نہیں، تنخواہ تھوڑی ہے اور خرچ بہت زیادہ ہیں۔ نگاہِ کرم فرمائیں کہ اتنا ہی کافی ہے۔ اب میرے حصے کا کرم کسی اور پر فرمائیں۔"

اس طرح باباجی کی نگاہِ رحمت سے میری تنخواہ بھی بڑھ گئی جو چار ہزار ریال تک پہنچ گئی۔[۲]

۱۔ عبدالستار خان نیازی، مولانا، لاہور: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا آغاز (انٹرویو سے اقتباس) ص ۱۴۰-۱۴۱

۲۔ محمد طفیل مدنی (لاہور): میرے باباجی حضور۔ ص ۴۷

● ---- ۴ء۔ ۳ء۔ ۱۹۷ء میں باباجی کے بیٹے غلام سرور، ان کی زوجہ اور باباجی کی بیوی عمرے کے لئے آئے تو تقریباً دو ماہ تک مدینہ پاک رہے۔ ایک صاحب احمد بخش بھٹہ صاحب جو کہ باباجی کے چاہنے والوں میں سے تھے۔ باباجی ان کے گھر رہتے تھے۔ باباجی اکثر رات کو وہاں گھر میں چلے جاتے تھے۔ میں نے باباجی اور ان کے بیٹے سے عرض کی کہ آپ اماں جی کو وہاں رکھ لیں۔ باباجی کو ۱۹۶۲ء میں سعودی Nationality مل چکی تھی۔ ہم نے کہا کہ:

''آپ سعودی ہو چکے ہیں اماں جی کا اقامہ بنوالیں اور ان کو اپنے پاس رکھ لیں۔ آپ کا بیٹا اور بہو واپس چلے جائیں گے۔''

تو باباجی کہنے لگے کہ:

''مجھے کہاں مشقت میں ڈالتے ہو۔ میں یہ برداشت نہیں کرسکتا۔''

میں تو عرض کر کے واپس ریاض آگیا اور ان کا بیٹا اور بہو وہاں دو ماہ تک رہے۔ اس دوران اماں جی اور بہو وغیرہ کہتے رہے کہ ہمیں رکھ لیں آپ کی عمر کا تقاضا ہے کہ کوئی آپ کے ساتھ ہو، لیکن باباجی نے مانے۔ آخر جب وہ پاکستان واپس آرہے تھے تو سلام الوداع کرنے کے لئے اندر گئے تو بیٹے نے رو کر التجا کی:

''باباجی! اب آپ کے سامنے ہم تو جارہے ہیں اگر آپ اماں جی کو رکھ لیتے تو آپ کا فائدہ تھا۔''

تو کہنے لگے کہ آپ اندر جاؤ میں ابھی بتاتا ہوں۔ جب وہ باہر آئے تو باباجی نے کہا کہ:

''سرور! مجھے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اجازت دے دی ہے اپنی ماں کو چھوڑ جاؤ۔''

یہ بات مجھے باباجی کے صاحبزادے سرور نے بتائی کہ باباجی نے اپنی بیگم کو وہاں پر رکھنے کے لیے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت طلب فرمائی اور پھر اماں جی عین موقع پر رک گئیں اور بیٹا بہو واپس لاہور آگئے۔[1]

---

[1] محمد طفیل مدنی (لاہور): میرے باباجی حضور۔ ص ۷۵

● ــــــ بہت سارے لوگ یہ پیش کش کرتے کہ باباجی ہم آپ کو حج کے لئے مکہ مکرمہ لے چلتے ہیں تو فوراً جواب نہ دیتے بلکہ دوسرے دن یہ کہہ دیتے کہ:

''مجھے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت نہیں ملی۔لہذا میں حج کے لئے نہیں جاسکتا۔معافی چاہتا ہوں۔''[۱]

● ــــــ ہر شخص کی زبان پر برملا ہوتا تھا کہ صاحب زبان ہیں یعنی جو بات منہ سے نکال دیتے تھے یا دعا کر دیتے تھے، ہو جاتی تھی ــــــ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ یاد آرہی ہے:

''کچھ لوگ تمہارے دروازے پر آئیں گے جن کے بال بکھرے ہوں گے، لباس خستہ ہوں گے، حلیے نہایت خراب ہوں گے تو تم انہیں اپنے دروازے سے چلے جانے کو کہو گے مگر یہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یا اللہ تعالیٰ کے واسطے سے کوئی بات کہہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی بات رد نہیں کرے گا۔''[۲]

● ــــــ میری شادی کو عرصہ بارہ سال گزر گئے تھے ــــــ اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ جب بھی باباجی سے بات ہوتی تو فرماتے:

''ہوگی یا ملے گی ــــــ اس کی تفصیل نہ پوچھو ــــــ رونق تمہارے گھر میں لگ جائے گی اور ایک نہیں دو، دو ہوں گے۔''

باباجی نے وصال کے ایک سال بعد شفقت نام کے لڑکے کو خواب میں گلاب کا پھول پیش کیا اور کہا کہ ''میری بیٹی شاہین کو دے دینا'' ــــــ چند دن بعد ہی بیٹی ملی جس کا نام ہم نے ''حرا'' رکھا۔جواب ماشاءاللہ تیرہ سال کی ہے پھر بیٹے کی باری بھی ایسا ہی ہوا ــــــ خواب میں فرمایا:

''بس اتنا ہے کہ نام حمزہ رکھنا۔''

۱۔محمد طفیل مدنی (لاہور): میرے باباجی حضور۔ص ۷۹

۲۔ایضاً

ہم نے نام محمد حمزہ رکھا جو ماشاءاللہ اب دس سال کا ہے۔''[1]

● ——مدینہ منورہ میں حاضری کے کچھ عرصے بعد میں نے اپنے بچوں کے لئے بابا جی غلام رسول سے عرض کی کہ:

''حضور کرم فرمائیں کہ میں اپنے بچوں کو مدینہ منورہ حاضری کے لئے بلاؤں۔''

تو بابا جی نے فرمایا:

''بیٹا بلالیں—— سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کرم فرمائیں گے ——ہم دعا کریں گے۔''

میں نے بچوں کا ویزہ حکومت سے طلب کیا—— بحمدہٖ تعالیٰ مجھے ویزہ چند روز کے اندر میسر ہو گیا—— ادھر میں نے اپنے بچوں کو ویزہ ارسال کر دیا اور ٹکٹ کے لئے رقم بھیج دی۔ بچوں نے ویزہ لگوایا اور سیدھے مدینہ منورہ بغیر اطلاع کے آ گئے۔ جس رات بچے وہاں پہنچے تو بابا جی کے پاس میں رات کے وقت حاضر ہوا—— تو آپ نے فرمایا: ''بیٹا! آپ کے بچے آ گئے ہیں؟''—— میں نے عرض کیا: ''حضور ابھی تک آئے نہیں ہیں''—— فرمانے لگے کہ:

''سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ تہجد کی نماز کے بعد باب السلام پر ملیں گے۔''

میں فجر کی نماز کے بعد باب السلام پر حاضر ہوا تو دیکھتا ہوں کہ میری گھر والی کے ساتھ دو آدمی آ رہے ہیں۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو پہچان لیا—— سلام دعا کرنے کے بعد گھر لے گیا، وہ دونوں نوجوان پاکستان کے رہنے والے تھے—— کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں رخصت ہو گئے۔[2]

● ——وقت گزرتا رہا—— اچانک داخلی اقامہ بننے کے دن قریب آ گئے—— میرے بچے اکثر بابا جی کے حضور کھیلتے رہتے تھے۔ ان دنوں حکومت کی طرف سے گرفت شروع ہو گئی۔

۱۔ اعجاز خورشید احمد، (مدینہ منورہ): رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے، ص ۱۰۱

۲۔ عبدالواحد، مولانا: ذاتی تجربہ، ص ۱۰۴

باباجی فرماتے کہ:

''بیٹا! بچوں کو نیچے نہ اترنے دیا کرو کیونکہ گرفت زیادہ ہے۔''

تین ماہ تک گرفت برابر ہر دروازے کو چیک کرتی تھی ——— میں اکثر و بیشتر باباجی کے حضور عرض کرتا کہ باباجی دعا فرمائیں کہ بچوں کا اقامہ بن جائے ——— ہر روز بلدیہ کے دفتر اور وزارت کے چکر لگاتا مگر کسی کا اقامہ ملنے کی امید ہی نہیں تھی ——— باباجی کے حضور میں نے بڑی عاجزی سے عرض کیا ——— تو آپ نے فرمایا کہ:

''میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کروں گا۔''

اگلی صبح ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ:

''بیٹا! آپ نے بڑی کوشش کی مگر آپ کی کوشش ناکام رہی ——— آج ہم نے عرض کیا ہے تو سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہوا ہے کہ اقامہ مل جائے گا۔''

میں سیدھا بلدیہ کے دفتر گیا۔ وہاں معلوم کیا تو اہلکار محمد سلیمان سوڈانی کہنے لگا کہ ابھی تک کوئی اقامہ نہیں آیا ——— پھر نماز ظہر سے قبل دوبارہ معلوم کرنے گیا تو وہی اہلکار کہنے لگا:

''آپ کے بچوں کا اقامہ تو صبح سے آیا ہوا ہے ——— مجھے معلوم نہیں کہ کون لایا، کیسے آیا؟

پھر اس نے اقامہ مجھے دے دیا ——— میں فوراً باباجی کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ ''حضور اقامہ مل گیا ہے۔''[۱]

● ——— ایک روز ارشاد فرمایا: ''پاکستان کا حال میں سنتا رہتا ہوں اور پاکستان کے بڑے لوگوں سے بھی میرا سامنا ہوا ہے ——— مجھ کو پاکستان اچھا دکھائی دیتا ہے اور خوشی ہوتی ہے

۱۔ عبدالواحد، مولانا: ذاتی تجربہ، ص ۱۰۵

——پاکستان ویسے بھی ولیوں کی سرزمین ہے اور انڈیا کے ہر علاقے میں اولیائے کرام پاکستان کی سرزمین سے آئے ہیں——یہ ولیوں کی سرزمین ہے اس لئے اس کا نام بھی پاکستان اور کام بھی پاکستان ہے——میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں پاکستان کے لئے——اور تم دیکھنا کہ آنے والے وقت میں پاکستان اس علاقے کا سردار ہوگا[۱]

● ——میں مبارکباد دیتا ہوں حاجی مشکور حسین صاحب کو جن کے یہاں پوتے کی پیدائش کی صورت میں باباجی کی دعا کی مقبولیت ثابت ہوئی ہے——یہ باباجی کی دعاؤں والا بچہ ہے——اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی عطا فرمائے اور اس کے نصیب اچھے ہوں[۲]

● ——جب بھی باباجی سے کوئی بندہ اپنا مسئلہ بیان کرتا تو باباجی فرماتے:

● —— کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ کر بتاؤں گا

● —— کبھی فرماتے:——حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مسئلہ پیش کردوں گا

● —— کبھی فرماتے کہ "جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کل آپ کو بتادوں گا"[۳]

● ——محمد حسین نے بتایا——یہ گیارہ سال پرانی بات ہے——میری بیوی کے بچنے کا کوئی چانس نہ تھا——باباجی کے دیئے ہوئے پانی کی تاثیر سے اگلے ہی روز بچی کی پیدائش ہوگئی تھی اور دونوں ماں بیٹی بچ گئے——بعد میں ڈاکٹروں نے جب کیس چیک کیا تو حیران رہ گئے کہ زچہ و بچہ زندہ کیسے بچے؟——اتنا سیریس کیس تھا کہ بعد میں دو ڈھائی ماہ بعد علاج کے بعد ڈاکٹروں نے مجبوراً میری بیوی کا آپریشن کردیا تھا اور پھر وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہی[۴]

۱۔اظہار الحق، کراچی: پھر میں ولیوں کو ماننے لگا، ص ۱۵۹

۲۔ایضاً: ص ۱۶۰

۳۔سلیم مغل (رحیم یار خاں): میں نے زندہ ولی دیکھا، ص ۱۷۲

۴۔ایضاً: ص ۱۷۳

● ——میرا پڑوسی چند ماہ پہلے عمرے کے لئے آیا ہوا تھا تو بابا جی وہ آپ سے دعا کرا کے گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ بیٹے کی طرف سے پریشان نہ ہو——وہ ٹھیک ہو جائے گا اور اپنی حرکتوں سے باز آ جائے گا اور شادی کے لئے راضی ہو جائے گا——الحمدللہ! مہینہ ڈیڑھ میں اس میں کافی تبدیلی آئی ہے اور اب تین ہفتے بعد اس لڑکے کی شادی ہے۔ میرے پڑوسی نے شکرانے کا کہلوایا ہے اور آپ سے دعا کے لئے گزارش کی ہے۔[۱]

● ——انڈیا کے ایک صاحب نے بابا جی کو خوشبو اور ایک کمبل پیش کیا——بہت خوش تھے——اللہ تعالیٰ نے ان کی مراد پوری کی تھی اور ان کی اکلوتی بیٹی کے گھر شادی کے نو سال بعد جڑواں بیٹے پیدا ہوئے تھے——وہ صاحب پچھلے سال بابا جی سے اس بارے میں دعا کرا کے گئے تھے——نانا بننے کی خوشی میں سہارنپور کے یہ صاحب بہت خوش تھے——بابا جی بھی بہت مسرور تھے فرمانے لگے کہ:

''یہ سب میرے سرکار کا کرم ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُنہی کے کرم سے تو تم نوازے گئے ہو۔''[۲]

● ——میں نے ان کے پاس کئی کرامات دیکھیں——وہ لوگ جو دوسرے ملکوں اور دوسرے شہروں سے آ کر بتایا کرتے تھے بلکہ وہ لوگ بھی جو میرے قیام کے دوران مسئلے مسائل لے کر حاضر ہوئے اور میرے ہوتے ہوئے اپنے کام ہو جانے کی خوشخبری بھی دی——کسی کا کچھ کھو جاتا تو بابا جی کے پاس چلا جاتا اور بیان کرتا——بابا جی اس کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگتے پھر فرماتے کہ:

''میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے مل جانی ہے تیری شے۔''

اور پھر کسی وقت یا کسی روز وہ بندہ آ کر بتاتا کہ گمشدہ شے واقعی اسے مل گئی ہے۔''[۳]

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے، ص ۲۵۱

۲۔ اظہر قریشی (لاہور): بابا جی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایت خاص، ص ۲۸۰

۳۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ، ص ۳۱۳

● ——خود میرے ساتھ دو ایسے واقعات ہوئے ہیں—— بہت سال پرانی ایک پریشانی تھی —— باباجی سے عرض کی تو فرمایا کہ:

"رات کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

دوسرے روز فرمایا:

"کہ پریشان نہ ہونا—— میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی برکتوں والے ہیں۔"

اور یہ حقیقت ہے کہ تین چار دن بعد لاہور سے خبر آگئی کہ فلاں کام ہوگیا ہے۔[1]

۱۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ، ص ۳۱۳

مصادر و مراجع

عنوان مقالہ	مصنف	نمبر شمار
بابا جی غلام رسول علیہ الرحمہ	اشفاق حسین قریشی، لاہور	۱
پھر میں ولیوں کو ماننے لگا	اظہار الحق، کراچی	۲
بابا جی پر عنایت خاص	اظہر قریشی، لاہور	۳
رسول پاک کے پیارے (صلی اللہ علیہ وسلم)	اعجاز خورشید احمد، مدینہ منورہ	۴
فیض جاری ہے	جاوید علی شاہ، ملتان	۵
پیشوائی	حفیظ تائب، لاہور	۶
وہ تو دعا ہی دعا تھے	ساجد علی، لاہور	۷
میں نے زندہ ولی دیکھا	سلیم مغل، رحیم یار خاں	۸
بابا جی غلام رسول علیہ الرحمہ	شمس الدین، لاہور	۹
بابا جی غلام رسول کے فرمودات	محمد طفیل مدنی بھٹی، لاہور	۱۰
بابا جی غلام رسول علیہ الرحمہ	عبدالحمید، مدینہ منورہ	۱۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر نفاذ شریعت کی جدوجہد کا آغاز	عبدالستار نیازی، مولانا: لاہور	۱۲
کیسے کیسے لوگ!	عبدالشکور، الحاج: لاہور	۱۳
ذاتی تجربہ	عبدالواحد مدنی، مولانا: کراچی	۱۴
عاشق رسول	محمد محبوب الرسول قادری، ملک: لاہور	۱۵
مدینہ منورہ کی ایک یادگار شخصیت	محمد صلاح الدین، کراچی	۱۶

۱۷	محمد طفیل مدنی بھٹی، لاہور	یادگار گفتگو دسمبر ۱۹۸۵ء انٹرویو
۱۸	محمد طفیل مدنی بھٹی، لاہور	میرے باباجی حضور
۱۹	محمد موسیٰ امرتسری، حکیم لاہور	باباجی غلام رسول علیہ الرحمہ
۲۰	محمد نعیم، کراچی	وہ تو دعا والے تھے
۲۱	مقصود حسین، حاجی، لاہور	باباجی کی یادیں
۲۲	مقصود حسین قادری، کراچی	باباجی غلام رسول علیہ الرحمہ
۲۳	منیرالاسلام حسنی، سید: لاہور	باباجی سرکار علیہ الرحمہ

ضروری نوٹ

ان تمام مقالات کا مجموعہ بعنوان ''جانشینِ ابو ہریرہ باباجی غلام رسول بلیاں والے'' شائع ہو چکا ہے۔ جس کو الحاج محمد طفیل مدنی بھٹی صاحب مدظلہ العالی نے مرتب کیا اور چھپوایا ہے۔ یہ کتاب ۱/۲ الف-۴۷۰ ای، نیو اقبال پارک رائفل رینج روڈ، لاہور کینٹ کوڈ ۵۴۸۱۰ سے دستیاب ہے، ہدیہ۔/۲۰۰ روپے۔

فون: ۴۲۱۹۱۲۹-۰۳۳۳

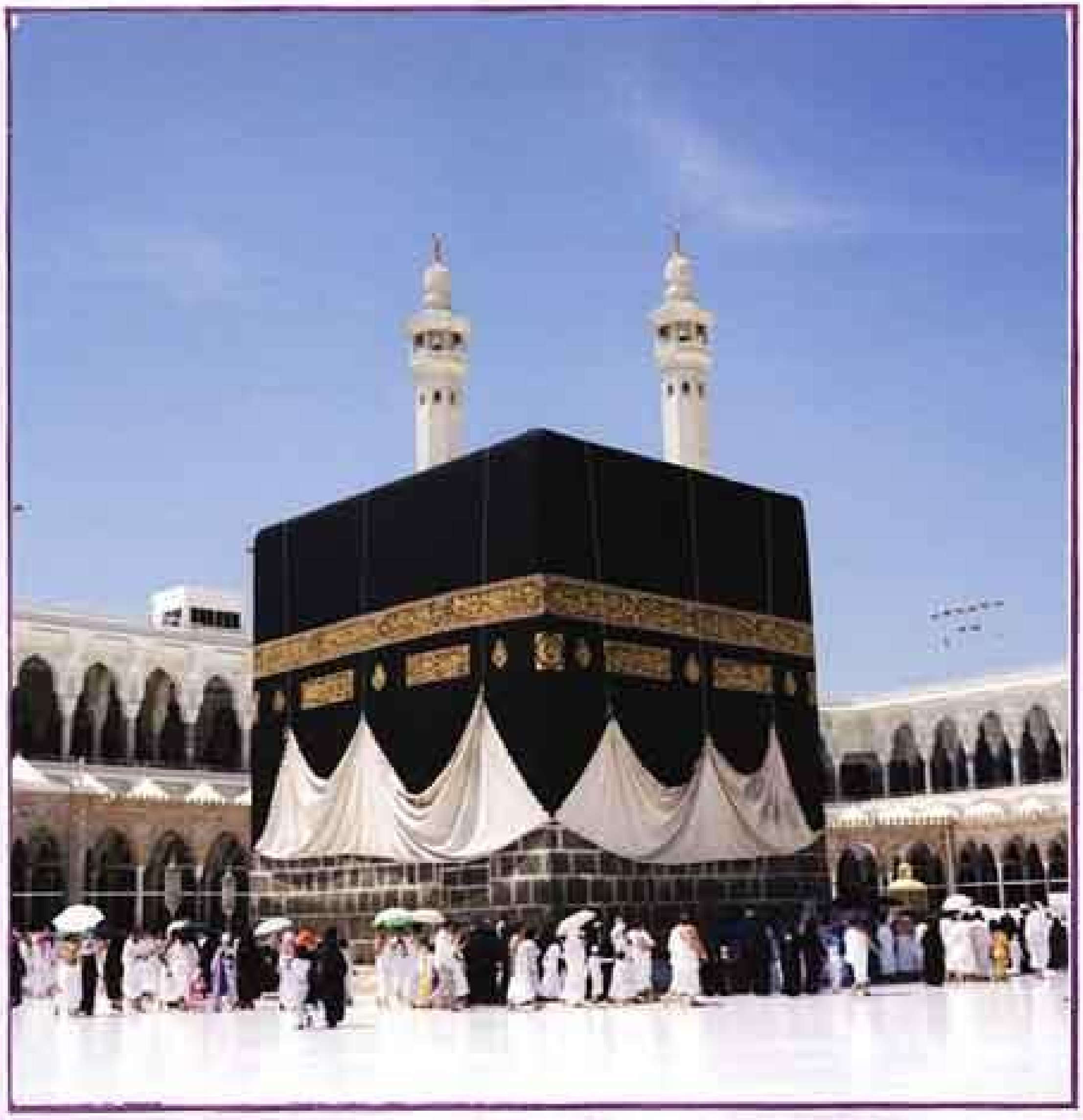

بیت اللہ شریف مکہ مغظمہ۔سعودی عرب

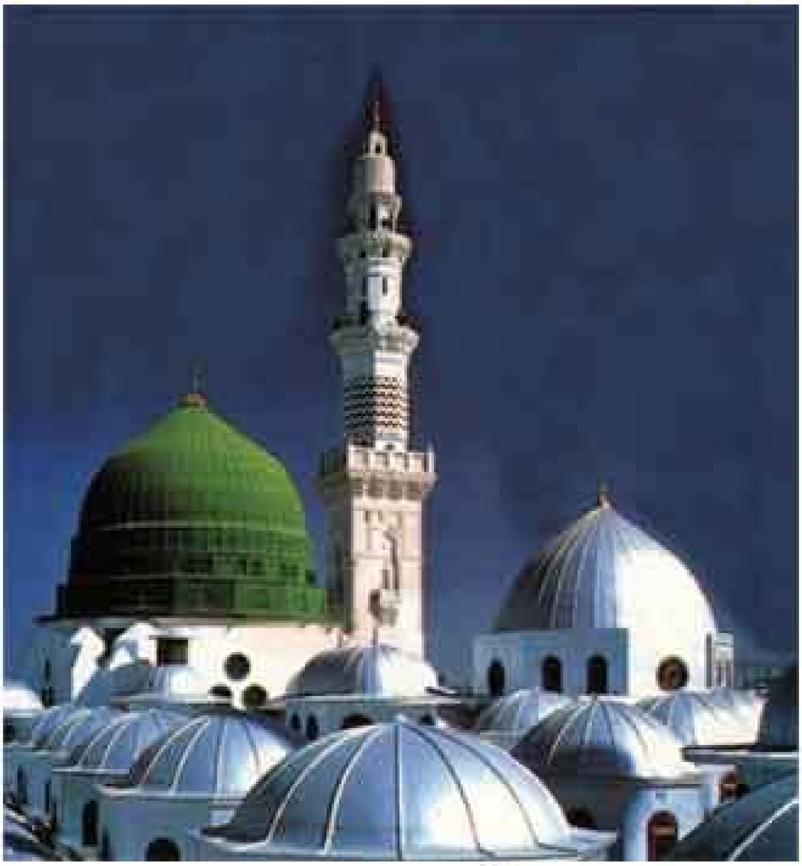

مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ سعودی عرب

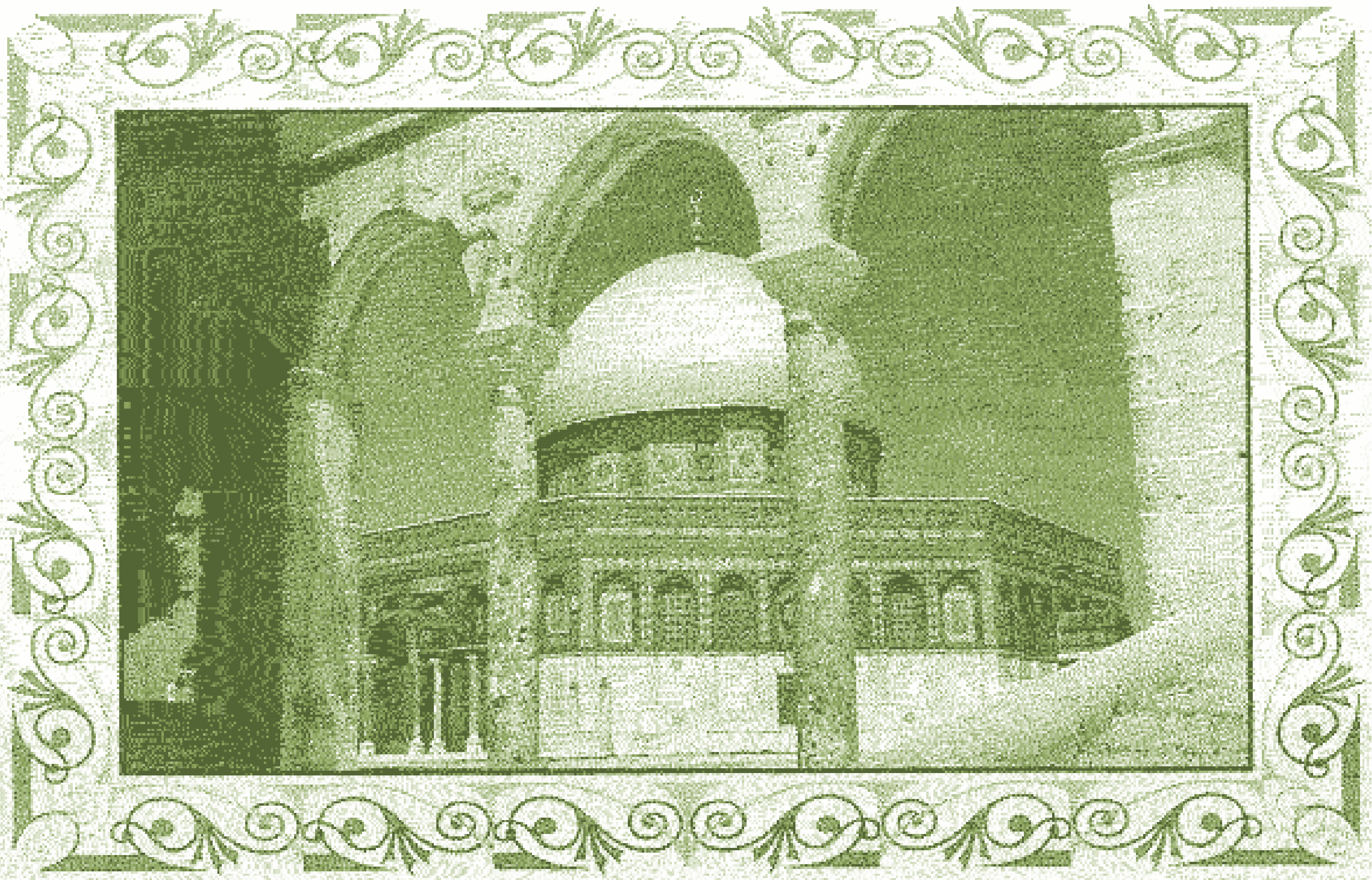

قبلہ اوّل بیت المقدس یروشلم

قبلہ اوّل بیت المقدس یروشلم

روضہ مبارک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
المعروف غوث الاعظم دستگیر (پیران پیر) بغداد شریف عراق

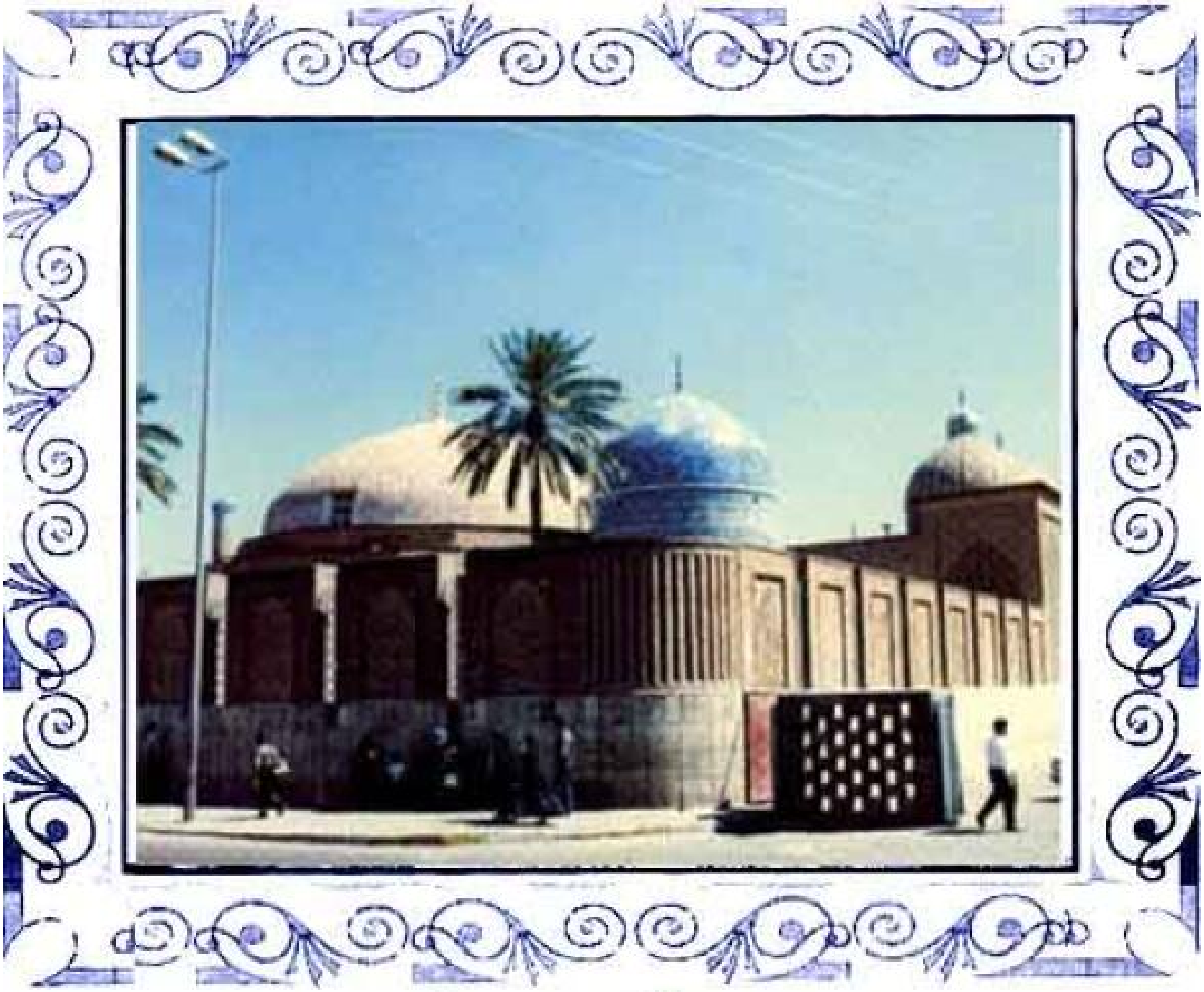

روضہ مبارک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
المعروف غوث الاعظم دستگیر (پیران پیر) بغداد شریف عراق

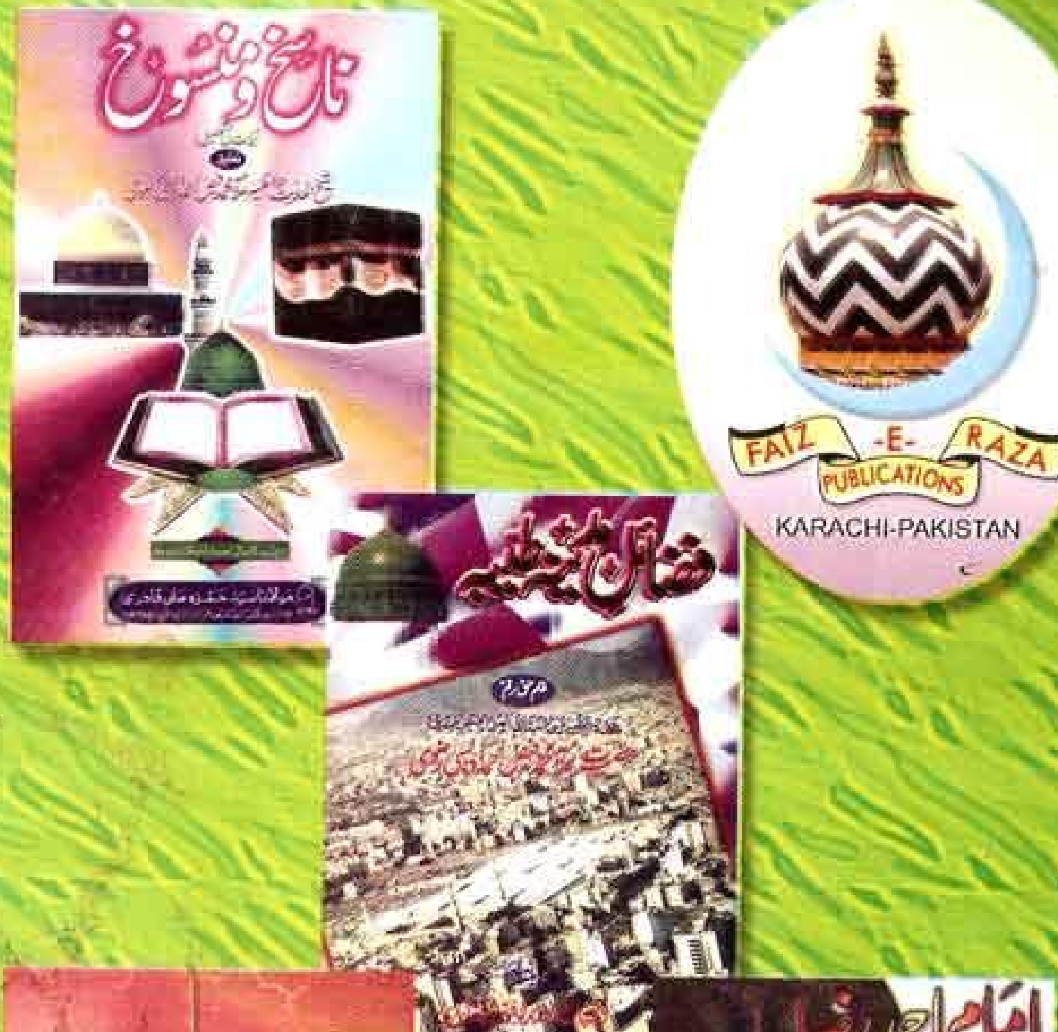

FAIZ -E- RAZA
PUBLICATIONS
KARACHI-PAKISTAN

Designed by: AL-HADI GRAPHICS 0300-2196467

FAIZ-E-RAZA PUBLICATIONS

R-31/17, GULBERG, KARACHI.
ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN